صدائے فکر و عمل

چوہدری افضل حق مرحوم

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

فارم پمفلٹ: صدائے فکر و عمل
تحریر: چوہدری افضل حق مرحوم
طبع اول: جنوری ۱۹۹۳ء
ناشر: شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن
پوسٹ بکس نمبر ۳۶۳ ملتان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

حرف اول

زیر نظر پمفلٹ، چوہدری افضل حق مرحوم کے منفرد اسلوب نگارش پر مبنی اور دین اسلام سے ماخوذ ہے، وہ اسلام کے اصول مساوات کے سچے علمبردار کی حیثیت سے اہل اسلام کو اپنے ولولہ انگیز انداز تحریر سے سوچنے پر آمادہ کرتے ہیں اور عمل پر ابھارتے ہیں، پمفلٹ کے مندرجات سے آگاہی کیلئے ذیل میں ایک طائرانہ انتخاب پیش ہے۔

۱۔ سرمایہ پرستی اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

۲۔ مسلمانوں کے زوال کا سبب اخوت و مساوات کے اصولوں سے انحراف ہے۔

۳۔ ملی ضروریات کی تکمیل شخصی داد و دہش کی بجائے بیت المال کا بنیادی نظام ضروری ہے۔

۴۔ مسلم حکمران، سامراجی قوتوں کی غلامی کو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کی خاطر قبول کئے ہوئے ہیں۔

۵۔ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ ہمارے عمل کا پھل ہماری تعلیم کے درخت سے جدا ہے۔

۶۔ دین و دنیا کی بڑی خدمت یہ ہے کہ عوام کو مساوات کے اصول پر منظم کیا جائے۔

۷۔ اسلام فلسفۂ عمل ہے عمل میں جو حارج ہو وہ حرام ہے۔

۸۔ غیر اسلامی غیرت خدا کو منظور نہیں اور بات بات پر آگ بگولا ہوجانا تہوّر کی علامت، اور چڑچڑاپن فطرت کی رسوائی ہے۔

۹۔ جس عیش کا انجام غم ہے، اس کو اختیار کرکے بربادی کو کیوں خریدا جائے؟

۱۰۔ جوانی میں نفس فواحشات پر اکساتا ہے اور بڑھاپے میں مال کی حرص بڑھاتا ہے۔

۱۱۔ غصے پر فتح پانا عبادت ہے، اس کے بغیر قوم میں ڈسپلن پیدا نہیں ہوسکتا۔

۱۲۔ زمین و آسمان کی وسعتیں تو اہل دل کے دل کے ایک گوشے کے بھی برابر نہیں۔

۱۳۔ بد اخلاقی، عیش پسندی اور آرام جوئی، انسانی فطرت کے خلاف بغاوت ہے۔

۱۴۔ نیکی وہ پورا عمل ہے جو سرور کونین ﷺ کی زندگی کا عمل تھا۔

۱۵۔ تنگ دلی، تنگ خیالی اور غفلت کا ایک لمحہ بھی تمہیں مکذبین میں شامل کردے گا۔

۱۶- تیاریوں اور تدبیروں کے بغیر قربانی بھی کوئی چیز نہیں۔

۱۷- غریب جب ابھرنا چاہے، اسے چاہیئے کہ زخم لگانے کے ساتھ ساتھ زخم کھانے کا دل و جگر پیدا کرے۔

۱۸- غلام قوم میں غلط غیرت، اپنے بھائی کی غلطی پر گلا کاٹنے پر آمادہ کرتی ہے مگر غیر، بے عزت بھی کرے تو شکوہ نہیں ہوتا۔

۱۹- مال کی دلدادہ اور ایک دوسرے کو معاف نہ کرنے اور غصے کے باعث پارٹی بازی کا شکار عیش پسند امتیں حرف غلط کی طرح مٹادی گئیں۔

۲۰- امراء کا مذہب ان کے بکس میں بند رہتا ہے، وہ اسے ضرورت کے وقت نکالتے ہیں اور پھر بند کر رکھتے ہیں۔

چیئرمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان اور سرمایہ داری

کاریگروں نے کوہ نور ہیرے کا دل اور جگر کاٹ کر تاج کی زینت بنایا، سونا کھٹائی میں ڈال کر کندن کیا جاتا ہے۔ خدا آزمائشوں میں ڈال کر اس ذرۂ خاک انسان کو روشن آفتاب کردینا چاہتا ہے۔ چند ایک کے سوا جو حمد و تقدیس میں ہیں۔ قرآن کی سب آیات انعام یافتہ اور مغضوب لوگوں کی دلنشیں حکایات ہیں اور انعام الٰہی کا مستحق ہونے کے تیر بہدف نسخے یا پرہیز کی ہدایات ہیں۔۔ قرآن تو سارا نور اور لطافت کا دریا ہے اس کا ہر حصہ خزاں زدہ روح میں بہار پیدا کرتا ہے۔ لاجواب میں سے انتخاب کرکے کیسے کہوں یہ جانِ انتخاب ہے۔ اس لئے بغیر کسی خصوصی دعوے کے چند آیات پیش کرتا ہوں۔

(۱) یا ایها الذین آمنوا لاتاکلوا الربوا اضعافاً مضعفة و اتقوا الله لعلکم تفلحون (سورة آل عمران آیت ۱۳۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! سود مت کھاؤ (یعنی نہ لو اصل سے) زائد (کرکے) اور اللہ تعالی سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

سوت سہیلی نہیں ہوسکتی، حرص اور ایمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ایک دل میں دونوں کا نباہ محال ہے۔ یہ آئے گی وہ جائے گی۔ وہ جائے گی یہ آئے گی۔ جہاں اکٹھا رکھنے کی کوشش کی گئی۔ وہیں دولت دنیا نے سرمایۂ ایمان کو نیچے دبالیا۔ جوں جوں سرمایہ پھیلتا ہے۔ توں توں ایمان کم ہوتا ہے دونوں کیفیتیں جن پر گذری ہیں۔ ان سے پوچھ لو۔ یا جو سرمایہ دار ہیں ان کے ایمان کو خود دیکھ پرکھ لو۔ دولت کی چھنالہ تو دل کے گھر میں آکر ننگی کا ناچ نچوادیتی ہے اور آخر اسے شیطان کا چچا بنا کر چھوڑتی ہے۔

ایمان شریف گھر کی دلہن، بھلا اس بیسوا سے برابر ہو کر کیسے لڑے! ناچار کونے میں دبک کر بیٹھ کر رہ جاتی ہے۔ اور اس کے اللے تللوں کو چپ سادھے بیٹھی دیکھتی ہے۔ اس لئے اس آیت میں فراہمیٔ زر کی بد ترین صورت سے ڈرایا سود کڑوی بیل کی طرح پڑے پڑے بڑھتا ہے۔ لیکن دوسروں میں رمق حیات نہیں چھوڑتا، سود خور غریبوں کا خون چوستا ہے رحم سرپیٹ کر دل سے نکل جاتا ہے۔ سرمایہ کی بڑھوتی کے ساتھ حرص اور پاؤں پھیلاتی ہے سود خور ہر عمل نفع اور نقصان کی ترازو پر تولتا ہے۔

معترض، مسلمانوں کو پہلے ہی دنیا کی مفلس ترین قوم سمجھ کر اس پر نظر حقارت ڈالتا ہے۔ ایسے حالات میں اسکے نزدیک ملا کا یہ وعظ او نگھتی قوم کو اور افیون کھلا کر نیند کو موت بنادینے کے مترادف ہے۔ معترض تو دیانتداری سے یہی کہے گا کہ گھر گھر دیوی کے درشن سے ہی مسلمانوں کی کایا پلٹ کر زندگی میں خوشگوار انقلاب آسکتا ہے۔ بخدا اگر مسلمانوں کے ہر گھر میں ہن برسے اور لکشمی دیوی کا سایہ مسلمانوں کے سروں پر ہندوؤں اور یہودیوں سے زیادہ دراز رہے تو بھی کہوں گا۔ دنیا آئی دین نہ آیا۔ دین کے بغیر مسلمان لے کر کیا کرے گا۔ منبع دولت تو زندگی میں فعل نا ثواب ہے آخرت میں اس کے لئے دردناک عذاب ہے کون متحمل ہو گا۔ بیشک امیر کی آنکھوں میں شراب چھلکتی ہے اور چہرے پر رنگ برستا ہے، مگر کبھی سوچا کہ یہ رنگ کسی اور غریب کے خون اور ہڈیوں کی کشید تو نہیں!

اے عزیز! یقین کر لے۔ امراء کی موٹروں کا دھواں دراصل بے کسوں کی آہیں ہیں اور پٹرول مصیبت زدہ لوگوں کا ہی خون ہے۔ ایک بڑے زمیندار کے رنگ و روپ سے نکھرے بچوں کو نہ دیکھو۔ بلکہ ارد گرد کاشتکاروں کے بچوں کی ہڈیوں کے ڈھانچوں کو دیکھو۔ روح جن کے جسم سے نکل جانے کے لئے بے قرار ہے۔ ان ہی غریب بچوں کا خون امیر بچوں کا نکھار ہے۔ انسانوں کے خون سے سرمایہ دار گھروں کے نسوانی حسن کی افزائش کا غازہ تیار کیا جاتا ہے۔ دولتمندوں کی

خوبصورتی قوم کے چہرے پر برص کا داغ ہے برص کا داغ اپنی ذات میں خوب صورت ہے۔مگر جسم کے بدنما دھبہ ہے۔

دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں (بے مہار) ذاتی ملکیت و دولت (سرمایہ داری) کی اتنی مذمت نہیں۔ جتنی کہ قرآن حکیم میں ہے۔ یہی ایک واحد نکتہ معاملہ دان لوگوں کو قائل کرنے کے لیے کافی ہے۔ کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔ اس آیت میں سود کے ذریعے مالوں کا منافع لینے سے مسلمانوں کو منع کردیا گیا۔ افسوس قوموں کے بعض افراد نے سرمایہ داری کی ہاؤ ہوس کر ادھر توجہ نہ کی اور نیکی کی پکار کو نہ سنا۔ یوں ذاتی جائیداد بنانے میں قوموں کی قسمت بگاڑ دی۔

اگر میں (انگریزی دور کے) ہندوستان کی مثال بطور دلیل دوں تو دلیل پر اعتراض وارد ہوں گے کیونکہ یہاں ملی جلی آبادی اور غلامی کی زندگی ہے۔ اسلامی ملکوں کے امراء اور سلاطین کو دیکھو کہ انہوں نے کس طرح ہم مذہب اور ہم نسل لوگوں کو غریبی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے ان کے ابھرنے کی کوشش کرنا تو کجا ان پر خود ترقی کے دروازے بند کئے ہوئے ہیں۔ محض اپنی امارت اور سلطنت کے نشے میں سرشار ہیں۔ اخوت اور مساوات اسلامی کی کوئی اپیل وہ نہیں سنتے۔کہا یہ گیا تھا کہ سود کے بغیر فی زمانہ تجارت کا چلنا ممکن نہیں۔ سچ تھا بھی یہ کہ سرمایہ داری نظام نے ملکوں کی منڈیوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ لیکن قدرت خدا کی دیکھو جن ملکوں کے سود خوروں نے دنیا کا مال سمیٹ رکھا تھا۔ ان ہی ملکوں میں امیری اور غریبی کے تفاوت نے مفلس کی زندگی حرام کر رکھی تھی۔ چند امراء کی عیش پسندیوں پر ساری قوم قربان کی جاتی انگلینڈ او فرانس کے غریبوں کا حال اسلامی ممالک کے مفلسوں سے زیادہ دردناک ہے۔ کیوں کہ وہاں عیش پسند امراء کی تعداد زیادہ ہے۔ اور غریب گھرانوں کی عورتوں کی عصمت کی تاک میں رہنا ان کا خاص مشغلہ ہے۔ خدا کا کرنا دیکھو کہ سود خوری اور سرمایہ داری کے خلاف انہی سرمایہ دار ممالک کے غریب کی آواز روح فرسا چیخ بن کر اٹھی جس سے ہر ملک کے اہل ثروت کے دل دہل گئے۔

امراء اور رؤساء کے ستائے ہوئے روسی کسان اور مزدور نے توان ارباب اقتدار کے خلاف قیامت بپا کردی۔ لینن نے وہ صور پھونکا کہ سرمایہ دار مٹی میں مل گیا اور غریب زندہ ہوگیا۔ سود ساری سرخ مملکت میں حرام قرار پا گیا۔ آج ان کی زبانیں بھی بند ہوگئی جو مسلمانوں میں سود کی لعنت کو رواج دینا چاہتے تھے۔ طعنہ دینے والے تو طعنہ دیتے رہیں گے۔ کارل مارکس اور لینن کی دماغی اور مادی فتوحات کو دیکھ مسلمانوں نے کہنا شروع کردیا کہ اسلام میں سود حرام ہے اور اس میں ذاتی سرمایہ داری کی کوئی گنجائش نہیں مطعون کرنے والوں کی زبان کون روکے۔ پہلے تو اسلام کے خلاف اعترض ہی یہی تھا کہ اس مذہب کی گاڑی اس لئے رکی ہوئی ہے کہ اس میں سود اور سرمایہ داری حرام ہے اور ملا ہمیشہ مال کی طمع کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ اب الٹے اعتراض ہونے لگے۔

سچا مسلمان ان سب اعتراضات سے بے نیاز ہے وہ قرآن پاک کی تعلیم کو پاک سمجھتا ہے۔ اور اپنی قوم کے امراء پر افسوس کرتا ہے۔ جن کی ساری عمر غریب مسلمانوں کی بربادی میں گزری۔ کیا کسی زمیندار مسلمان کو خیال آیا کہ میرے کاشت کار مسلمان ہیں۔ آئے دن کے مطالبوں سے مجھے ان کی زندگی تلخ نہیں کرنی چاہیئے امراء کا مذہب ان کے بکس میں بند رہتا ہے وہ اسے ضرورت کے وقت نکالتے ہیں اور پھر بند کر رکھتے ہیں انہی لوگوں کے طرز عمل نے دنیا کو یہ بھی مغالطہ دے رکھا ہے کہ اسلام سرمایہ داری کے نظام کا معاون ہے حالانکہ سچ یہ ہے کہ اس میں اسلام کا کیا قصور ہے۔ سب ہی ملک اور مذہب سرمایہ داروں کے نوحہ خواں ہیں۔ چند حرص کے بندے دوسروں سے زیادہ سرمایہ فراہم کرکے تیندوے کے تاروں کی طرح سنہرے جال میں غریبوں کو پھنساتے ہیں اور ان کا خون نچوڑنے کے لئے غریبوں ہی میں سے چند ایجنٹ مہیا کرلیتے ہیں۔ بیشک مسلمان امراء نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ یہ آیات اس طرف اشارہ ہیں آج جس طرح مزدور اور کسان ان کے ہاتھوں زندگی انگاروں پر لوٹ کر کاٹتے ہیں۔ یہ آنے والی زندگی جہنم میں جل کر کاٹیں گے۔ بروئے حکم قرآن سود خوروں اور کافروں کا درجہ ایک ہی ہے خواہ

وہ کلمہ ہی کیوں نہ پڑھیں اور ماتھے پر نمازوں سے نشان ہی کیوں نہ بنالیں!
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سود ہی کی یہ سزا ہے یا سرمایہ داری کی اور صورتوں کو بھی ممنوع قرار دیا ہے؟ اے عزیز! ممنوع تو بڑا ملائم لفظ ہے۔ جمع مال کی سزا تو جان و جگر کے ٹکڑے کردینے والی گرج ہے۔ دولت دنیا کو ٹھکرا دینا ہی نیکی کی طرف پہلا قدم ہے۔ ہمت سے کماؤ مگر اسے فوراً خدا کی راہ میں لگاؤ۔ فوراً غریب بھائی کی مدد کرو یا صدقہ جاریہ قائم کرو۔ مال کی محبت یا فضول خرچی دونوں دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ہیں سنو قرآن مجید نے کیا فرمایا ہے اور اسی کی روشنی میں راہ ڈھونڈو۔

(۲) یایھا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب و الفضۃ و لاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورۃ التوبہ آیت۳۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے احبار و رہبان تو لوگوں کا مال فریب سے کھا رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رہے ہیں اور (جو) لوگ سونا اور چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے سو ان کو عذاب الیم کا مژدہ سنادو۔

خلفاء راشدین اور سرمایہ داری

شریروں کی عقل ایمان کو شبہ میں ڈالتی ہے اور ہمیشہ سوال کرتی ہے کہ صحابہ میں بھی حضرت عثمانؓ امیر تھے لیکن کسی نے سنا کہ حضرت عثمانؓ کا کوئی محل ایوان نہ سہی، کوئی پختہ مکان ہو۔ دس بیس پہرے دار نہ سہی، ایک آدھ دربان ہو۔ زندگی میں جو کمایا وہ اپنے نبی ﷺ کے قدموں میں لا گرایا۔ جب خود خلیفہ ہوئے تو باوجود سلطنت اور حکومت کے کوئی خدمت گزار نہ رکھا۔ مبادا کوئی کہہ دے کہ خلیفہ اور عام مسلمانوں میں رعایا اور سلطان کا فرق ہے خوب کمانا اور

خوب راہ مولا میں لگانا ان کے دل کی خوشی اور قلب کا اطمینان تھا۔ باقی تین خلفاء کے گھر میں تو تھا ہی اللہ رسول ﷺ کا نام انہیں بجز خدمت دین کے کام ہی کیا تھا۔ باپ دادا کی کمائی اسی راہ میں لٹائی تھی۔ آج امراء کو محمد ﷺ کا کلمہ پڑھتے اور عیش کی زندگی بسر کرتے شرم نہیں آتی۔ نبی ﷺ کے گھر میں باوجود ملک فتح کرنے کے فاقے گزریں اور یہ بیکار بیٹھے دادِ عیش دیں اور مزدوروں اور کسانوں کی کمائی کو بے دردی سے لوٹیں۔ بنکوں میں روپیہ پڑا ہوا اور ہمسایہ بغیر دوائی کے مر رہا ہو، اس کے گھر میں قسم قسم کے کھانے پکیں قریبی فاقے کر رہا ہو، نوکروں کی عمریں گھر میں ان کی خدمت کرتے گزریں مگر مجال کیا کبھی ایک دستر خوان پر بٹھا کر انہیں محبت سے کھانا کھلایا ہو، حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے آقا اور ان کے اصحاب تو غلام کو بھی وہی کھلاتے جو خود کھاتے تھے اور وہی پہناتے جو خود پہنتے تھے۔

ایک دفعہ خلیفہ عمرؓ نے کسی کی دعوت قبول کرلی مگر اس کے نوکروں کو دستر خوان پر بیٹھا نہ پایا۔ صاحب خانہ کو ملامت کی اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ان دنوں کون اپنے ملازموں کو ساتھ بٹھانا پسند کرتا ہے اور ہاں اسلام کے دعوے میں کوئی کسی سے پیچھے رہنا نہیں چاہتا۔ لیکن امیر، غریب مسلمان کو برابر کا بھائی نہیں سمجھتا۔ یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ انسان کسب معاش کو اپنی عقل کا کرشمہ جانتا ہے اور قیاس کرتا ہے کہ میرے زورِ بازو نے رزق کے دروازے کھولے ہیں اور میں عیش و آرام کا مستحق ہوں۔ قوت و عقل کے ان دعویداروں کی کم فہمی دیکھو کہ وہ غور نہیں کرتے کہ عقل و قوت کا شکرانہ حاصل عقل و قوت کو خدا کے سادہ اور کمزور بندوں میں بانٹ دینے میں ہے یا خود گلچھرے اڑانے میں!

(۳) واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیه سواء أفبنعمة الله یجحدون (سورۃ النحل آیت ۷۱)

ترجمہ: اور اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت

دی ہے۔ پھر جن کو فضیلت دی گئی ہے کہ وہ کیوں اپنی روزی کو اپنے غلاموں کو نہیں دے ڈالتے تاکہ پھر وہ ان کے برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ تعالی کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔

غرض کسب معاش میں فضیلت برابر کی بانٹ کی ضد نہیں بلکہ مالک خدا کا منشا یہی ہے کہ سب اپنی عقل و قوت کے مطابق کماؤ اور بنی نوع انسان کو کنبہ سمجھ کر اخوت و مساوات کی بناء پر کھلاؤ یہ عقل و قوت کس کی بخشی ہوئی ہے؟ خدا کی۔ پھر تم نے خدا کا حکم اوپر سنا۔ اب اور سن لو:

(۴) و یسئلونک ماذا ینفقون۔ قل العفو۔ کذلک یبین اللہ لکم الایت لعلکم تتفکرون (سورۃ البقرۃ آیت۲۱۹)

ترجمہ: اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہو کہ جو کچھ حاجت سے بڑھ کر ہے اس طرح اللہ تمہارے لئے کھول کر باتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر کرو۔

تاہم عقل مین میخ نکالنے سے باز نہیں آتی، امراء کو پانچ ہزار خرچ کر کے بھی تنگدستی کی شکایت ہے عقل فضول خرچیوں کی حمایت کرتی ہے کہ امیرانہ ٹھاٹھ کے بغیر دنیا کا دھندہ کیونکر چلے؟ سرکار دربار کے لوگ ملنے آئیں تو جگہ کہاں پائیں! دسترخوان پر چودہ کھانے اور دس چٹنیاں نہ ہوں تو زندگی کا لطف کر کرا ہو جائے۔ انہیں تو دنیا کے درباروں میں عزت چاہیئے خدا کی درگاہ میں خواہ محروم رہیں۔

پاک محمد ﷺ کے ہم پلید نام لیوا اپنے نبی ﷺ کی سادہ زندگی کے باوجود تکلفات میں مبتلا ہیں۔ انہیں نے فاقے اٹھا کر دن رات جہاد کیا۔ ہم نے بسیار خوری کے باعث ڈاکٹروں کا گھر بھرا۔ اہل زر کو علم تو سب کچھ ہے مگر علم کے مطابق عمل کرنیکی توفیق نہیں۔ اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک صحابی نے کہیں پختہ مکان بنالیا۔ حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا اور جب تک وہ صحابی پختہ مکان گرا کر نہ آئے نبی برحق ﷺ نے بات تک نہ کی۔ اب امراء چھوڑ علماء و

صوفیا کے محل بنے ہیں۔ ارد گرد غریب مسلمانوں کے کچے مکان ہیں اور غریبوں کی بہو بیٹیوں پر برابر نظریں پڑتی ہیں۔ انہیں ان ایوانات اور اونچے مکانات کے باعث غریب بیبیوں کو دن بھر امراء و صوفیاء اور حکماء کی نگاہوں سے کہیں جائے پناہ نہیں۔ ان اخوت و مساوات کے خلاف مظاہروں کے باوجود یہ لوگ مسلمانوں کے ادبار کی وجوہات تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ پہلے بھی مذاق کے طور پر امراء ایسے سوالات کرتے تھے اب بھی یہی حرکتیں جاری ہیں ورنہ قرآن کے حکم سے کون بے خبر ہے۔

نظامِ بیت المال کی ضرورت

آیات زیر نظر میں صرف سود خوروں ہی کو عاقبت کی بربادی کی اطلاع نہیں دی گئی بلکہ امراء تو الگ رہے غرباء کو بھی آمادہ کیا گیا کہ تنگ دستی کے باوجود کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں دو۔ اے عزیز! اللہ کی راہ میں جو دیا جاتا ہے وہ دگنا نہیں دس گنا ہو کر واپس آتا ہے۔ قوم میں خوشحالی بڑھتی ہے۔ علم و عقل کی ترقی ہوتی ہے اسباب جنگ فراہم ہو کر آزادی برقرار رہتی ہے۔ یہ سب کچھ تب ہے جب بیت المال کی اسکیم موجود ہو۔ یعنی قوم کا مشترکہ فنڈ ہو جو حاجات ملت رفع کرنے پر صرف ہو۔ اشخاص غریب ہوں لیکن ملت کی مالی حالت مضبوط ہو۔ لوگ اب زکوۃ دیتے ہیں۔ مگر ذاتی امارت کے اظہار کے لئے ہر روز سائل ان کے دروازے پر آتے ہیں بڑی ذلت اور خواری کے بعد ایک پیسہ پا کر لوٹ جاتے ہیں۔

میں نے امرت سر میں ایک امیر کو دیکھا کہ جمعرات کی صبح سائلوں کی بھیڑ اس کی دکان تجارت پر لگ جاتی تھی۔ بہت دن چڑھے حضرت آتے اور دھیلا دھیلا دیکر خدا پر احسان کرجاتے۔ ایسی صورتیں درست نہیں بیت المال کے بغیر غریب امیر کا غلام ہو کر رہ گیا ہے۔ امراء کو بیت المال بنانے کی حاجت نہیں، غریبوں میں کوئی لیڈر نہیں جو رسول عربی ﷺ کی پیروی میں غریبوں کا نظام دنیا چلائے اور ملت کو امیروں سے بچا کر انہیں آئے دن کی ذلتوں سے نجات دلائے۔

سب قوموں کے غریب منظم ہو رہے ہیں لیکن مسلمان کا غریب طبقہ بےحد غیر منظم ہے اور چند امراء نے ان کی زندگیوں پر شیطان کی طرح قبضہ کیا ہوا ہے۔ اسلام کے اصول اخوت و مساوات کو پاؤں تلے روند کر امارت و سرمایہ داری کو رواج رکھا ہے خوب سمجھ لو کہ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ ملت میں مالی مساوات قائم کر کے قوم میں اخوت کی روح بیدار کی جائے۔ قوم میں امراء کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ قوم کو گھن لگ گیا ہے، اسی لئے حضرت عمرؓ ان گورنروں کی جائیدادیں بحق سرکار ضبط کر لیتے تھے جن پر جمع مال کا شبہ ہوتا تھا یہ ضروری نہیں کہ یہ مال بددیانتی سے جمع کیا ہو۔ نہیں بلکہ جائز ذرائع سے جمع شدہ مال بھی بیت المال میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ امارت پسند فوج کے سردار اور صوبوں کے گورنر ہمیشہ قرون اولی میں ناپسند کئے گئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے محل تیار کرائے وہیں آگ لگا دی گئی تاکہ قوم میں سرمایہ داری راہ نہ پائے۔

آج ہر اسلامی ملک کا بادشاہ مرغی کی طرح چند مسلمانوں کو اپنے پروں کے نیچے دبائے بیٹھا ہے۔ ہر چند ملت اسلامیہ کا شمار ۵۰ کروڑ (اب ایک سو کروڑ سے متجاوز) بتایا جاتا ہے لیکن اقتدار پسندوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ مسلمان ممالک اب عیسائی (سامراجی) حکومتوں کی جائیدادیں ہیں۔ ان میں سے جو چاہے ایک دوسرے کو شکست دے کر مسلمان ملکوں پر قبضہ پا لے، اگر افغانستان، ایران، مصر، ٹرکی، عرب اور شام کسی ایک مرکز کے تابع ہوتے تو دنیا کی دولت اور سلطنت انہی کے گھر کی لونڈیاں ہوتیں۔ اب حال یہ ہے کہ یہ خود عیسائیوں (سامراج) کے غلام ہیں اور اس پر خوش اور قانع ہیں کیونکہ ان امراء کے عیش میں فرق نہیں، چند اونچے طبقے کے مسلمانوں کو خوش رکھ کر ساری اسلامی دنیا کو طوق و زنجیر میں جکڑ کر رکھنے کا عیسائیوں کو آسان ڈھنگ آ گیا ہے۔ گذشتہ صدیوں سے مسلمان عوام کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے مسلمان (اور دیگر عوام) زندگی سے تنگ ہیں اور امراء بہار لوٹ رہے ہیں۔ برحق تعلیم کی حامل کتاب نے تو جگہ جگہ سرمایہ اور اقتدار کی تباہ کاریوں کا ذکر کر کے مکمل مساوات کی

زندگی بسر کرنے کو دنیا و آخرت کی سرخروئی قرار دیا۔ اگر کوئی نہ مانے اور نہ سمجھے اور اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارتا چلا جائے تو اس کی عقل کو مصیبت کی آگ نہ جلائے تو اور کیا ہو!

اعلیٰ طبقے کے لوگ کبھی عوام کے وفادار نہیں ہوتے۔ اب اسی جنگ عظیم میں دیکھ لو، جس ملک نے جرمنی کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے امراء نے جرمنی کی شکست میں روس کی فتح دیکھی روس کی فتح تو سرمایہ داروں کی کھلی موت ہے اس لئے اس اندیشے سے مبادا ملک میں روس کا سا نظام جگہ پاجائے۔ جرمنی کی غلامی قبول کرلی تاکہ اپنے آرام میں خلل اور عیش میں فرق نہ آئے اور غریب کہیں ان کی برابری کا دعویٰ نہ کربیٹھے۔

اسلامی مساوات

آیات زیر نظر میں جو سود کی حرمت اور تنگی اور فراخی میں مال اللہ کی راہ میں لگا دینے کا حکم ہے وہ قومی اور جماعتی مفاد کو مد نظر رکھ کر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیم مساوات کے بعد سب قوموں نے اپنے اپنے ملک میں امیر اور غریب کا امتیاز قائم رکھ کر آرام نہ پایا۔ ناچار دنیا مساوات اسلامی پر عمل کرنے کے سوا چارہ کار نہیں پاتی، گو منہ سے اسلام کی سچائی کو قبول نہیں کرتی تاہم اس کے سچے اصولوں کی پیروی کے بغیر متمدن قوموں کو کہیں امن نصیب نہیں۔ بعض ممالک میں کامل مساوات کا قانون رائج ہے۔ بعض حصوں میں امیر غریب کا امتیاز ہر ممکن طریقے سے کم کیا جارہا ہے۔ بس اسلامی ملک ہیں جہاں دنیا ڈھوروں کی طرح جاہل رکھی گئی ہے محض امراء کو آسائش کا سامان مہیا ہے مسلمان کس منہ سے دنیا کے ممالک کو دعوت اسلام دیں۔ جس مساوات کو تم بجا طور پر دنیا کی مصیبتوں کا مداوا اب کہہ رہے ہو۔ وہ اسلام کے سچے مذہب میں تو پہلے سے موجود ہے۔ لیکن کوئی کسی کی کتابوں کو کب دیکھتا ہے ہر کوئی پھل سے درخت کو پہچانتا ہے اور ہمارے عمل کا پھل ہماری تعلیم کے درخت سے جدا ہے۔ آم کے درخت کو حنظل لگا ہے۔ مسلمان امراء نے جو غریب مسلمانوں کی مٹی پلید کررکھی ہے وہ

ظاہر ہے۔ ان مسلمان امراء کے باعث اسلام اب باعث کشش نہیں رہا۔ وہی ذات پات کا جھنجھٹ، وہی غریب پر امیر کی ظالمانہ حکومت۔

دین اور دنیا کی بڑی خدمت یہ ہے کہ غرباء اور عوام کو مساوات کے اصول پر منظم کیا جائے تاکہ ان میں برابری کا جذبہ پیدا ہو اور وہ طبعی اور اسلامی تقاضوں کے مطابق ایک عادلانہ نظام پیدا کریں جس میں امیر و غریب کا امتیاز اٹھ جائے حالات کے مطابق بیت المال سب کی ضرورتوں کی کفالت کر سکے۔

یورپ اور امریکہ کے اہل علم تو اب کہنے لگے ہیں کہ کہ امراء جنگ کے بھگوڑے اور قوم کو منجدھار میں چھوڑ کر چلے جانے والے ہیں لیکن ساڑھے تیرہ صدیاں گزریں قرآن نے ندائے عام دی کہ سود سے بچو۔ اور تنگی اور فراخی میں مال خدا کی راہ میں لگاؤ ورنہ شکست کا منہ دیکھو کیونکہ ارباب زر سے قربانی کی توقع چیل کے گھونسلے میں ماس تلاش کرنے کے برابر ہے۔ دیکھا نہیں کہ انگلستان کے امراء اس جنگ میں خود نہیں جارہے تھے اور اپنے بال بچوں کو دھڑا دھڑ محفوظ ممالک میں بھیج رہے ہیں اور صرف غریب خاندان آگ اگلنے والی توپوں اور ہلاکت برسانے والے ہوائی جہازوں کا شکار بننے کے لئے ملک میں موجود رہے۔ یہی کیفیت بلجیم، ہالینڈ اور فرانس کے امراء کی تھی۔ (یہ جنگ عظیم کے زمانہ کی بات ہے) سچ یہ ہے کہ جب دھن آتا ہے مرنے کی دُھن جاتی رہتی ہے۔

اسلام اور جہاد

اسلام فلسفۂ عمل ہے عمل میں جو حارج ہو وہ حرام ہے۔ دولت، راگ و رنگ زندگی ہر چند زندگی کا راگ رنگ ہیں مگر ان کے رنگین دھوکے سے نکل بھاگنے کا حکم ہے۔ مبادا قوائے عمل کمزور ہو کر طبیعتیں غلامی پر قانع ہوجائیں اسلام جہاد کی ذہنیت پیدا کرنے کو مدار نجات سمجھتا ہے کیونکہ سپاہی قوم اکثر آلودگیوں سے الگ رہتی ہے۔ آزاد قوم عمدہ خصائص کی حامل ہوتی ہے۔ سچا سپاہی بڑا بردبار ہوتا ہے۔ بات بات پر غصہ کرنا ضعف جگر و دل کی دلیل ہے۔

جس کے دل و جگر کمزور ہیں وہ بے جگری سے دشمن کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے حکم ہوا کہ غصے پر فتح پانا عبادت ہے اس کے بغیر قوم میں ڈسپلن پیدا نہیں ہوسکتا، پاک محمد ﷺ نے طبیعت کے صبر و سکون سے پُر امن اور محبت پیار سے بسر کرنیوالی قوم پیدا کردی۔ عفو ان کا دستور زندگی تھا لیکن اصول کے لئے کٹ مرنا ان کی خواہش تھی۔

عفو و درگزر اور عدم تشدد کی ضرورت

اس زمانے میں بھی مسلمانوں کے بعض علاقے بڑے بہادر ہیں مگر بات بات پر کٹ مرنے کو معراج زندگی سمجھتے ہیں۔ ایسی غیر اسلامی غیرت خدا کو منظور نہیں۔ سن لو اللہ کو تو وہ پیارے ہیں جو غصے کو تھوک دیں۔ لوگوں کی غلطیوں کو معاف کردیں۔ یہی نہیں بلکہ غلط کاروں کو پیار کا پیغام دیں اور محبت و خدمت سے ان کا دل موہ لیں۔ تمہیں کیا بتائیں عزیز مال کا منہ نہ کرنے والے، غصے کو ضبط کرنے والے، خطاؤں کو بخش دینے والے، بروں سے بھلائی کرنے والے خدا کو کتنے محبوب ہیں، ایسے لوگ اہل دنیا کے لئے ہی باعث رحمت اور دوستوں کی آنکھوں کی جنت ہی نہیں ہوتے بلکہ مخلوق ہوکر خالق کے محبوب بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سچی کہانیوں سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ ان لوگوں کی زندگی کے حالات درد بھرے گیت کی طرح تڑپا دینے والے ہوتے ہیں جی چاہتا ہے کہ عمر بھر سنتے ہی چلے جائیں، یہ لوگ جن سے ہر وقت ذلتیں اٹھاتے ہیں، انہیں نہ صرف معاف کرتے چلے جاتے ہیں بلکہ ان کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہاتے ہیں، خدا ان کے اس حال اور ان کے اس روحانی کمال کو دیکھ کر ان پر پیار کی نگاہیں ڈالتا ہے اور انہیں خود محسوس ہوتا ہے کہ ان کی کشتیِ حیات رنگین گلزاروں اور خوشگوار نظاروں کے بیچوں بیچ بل بیچ کھا کر گزرنے والی دریا کی پُر امن سطح پر دھیرے دھیرے چلی جارہی ہے۔ بظاہر ان کی جان پر عذاب آیا نظر آتا ہے لیکن روح میں جنت کا سا اطمینان پایا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے ابتلا میں بھی لبوں پر روحانی تبسم کھیلتا

ہے، اس کے قلب کا نور دلوں میں سرور پیدا کرتا ہے۔ کیا بات ہے اس شخص کی جس کی زندگی کا عمل محبت کا میٹھا راگ ہے خود خدا جس کے نغمہ شیریں کو توجہ کے کان سے سنتا ہے اور بیتاب ہو کر اسے محبوب کے نام سے پکارتا ہے۔

تم اس پاکیزہ اشارے کو سمجھو کہ اللہ کس سے محبت کرتا ہے کسی غریب سے کوئی بڑا آدمی خوش ہو کر بات کرے تو غریب خوشی سے پھولا نہیں سماتا، اپنی سرفرازی کو ہر آنے جانے والے سے بیان کرتے نہیں تھکتا، اگر کسی کا پروردگار ہی اس کا آرزومند ہو تو کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ اس سہاگن کی خوشی کا اندازہ کوئی کیا جانے جس کا سرتاج اس کی توجہ کا محتاج ہو۔ جس کو خوش کرنے کے لئے عمر بھر جتن کرنے پڑتے ہیں۔ اگر وہ خوش کرنے کے جتن کرنے لگے تو خزاں میں بہار کیوں نہ آجائے

موہے ایسا سپنا آئے
میں رُوٹھوں اور پیا منائے

غصے کو قابو میں رکھنے والوں اور غلطیوں کو معاف کردینے والوں کی زندگی اس سے بڑھ کر پیارا سپنا ہے۔ بروں سے بھلائی کرنے والے اگر سچ مچ خدا سے روٹھ جائیں تو خدا محبت سے منا لے مگر وہ تو ہر حال میں راضی برضا رہتے ہیں۔ وہ جو غلطیوں سے چشم پوشی کرتے اور نقصان کرنے پر معاف کردیتے ہیں ایسے نیک کردار خود ہی نگاہ کی جنت اور باغ کی بہار ہوجاتے ہیں۔ خدا کی خوشنودی ڈھونڈتے ڈھونڈتے خدا ان کی خوشنودی ڈھونڈنے لگتا ہے۔ وہ گرم موسم میں ٹھنڈے پانی کی طرح پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ پاک سیرت لوگ بوریا نشین بھی مسند نشین نظر آتے ہیں۔ ان کی آنکھیں نور برساتی ہیں اور ان کا دل دلوں کو غیر فانی روشنی سے منور کرتا ہے۔ جنھوں نے خالق کی بے پناہ محبت کو خالق کی رضاجوئی کا وسیلہ بنایا اور خطاکاروں کو بھی نظر کرم سے دیکھا وہ باتوں باتوں میں جنت کے سردار بن گئے۔

اے عزیز! تیرا دل ملت کے اس حال سے کانپ اٹھنا چاہیئے کہ ان میں مخلوق خدا کی خدمت اور ان پر عفو و مہر کا جذبہ کم ہو کر دل آزار اور جذبات انتقام ترقی کر رہے ہیں۔ بات بات پر آگ بگولا ہوجانا بھائی کا بھائی کی جان کا دشمن ہوجانا ملت میں تہور کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مسلمان کی شان اس سے بلند ہے اسے غصے کو ٹالنے والا، غلطیوں کو معاف کرنے والا، حُسنِ اخلاق سے مخالف کا من موہ لینے والا ہونا چاہیئے۔

پیارے خالق کو مخلوق پیاری ہے تو بھی پیارے کے پیاروں کو پیار کر۔ سچی محبت کا یہ دستور نہیں کہ جس کو پیا چاہے تو اس کے درپئے آزار ہو۔ بس انسان کی یہ ادا معبود کو محبوب ہے کہ جاہل غصے ہوں وہ مسکرا دے۔ کوئی تنگ کرے وہ ترش نہ ہو۔ جب دشمن پر قابو پالے تو پیارے نبی ﷺ کی طرح اہل مکہ کو بخش دے۔ اے غیظ و غضب پر قابو پانے والے، خطا کار سے در گذر کرنیوالے نبی ﷺ! تم پر ہزاروں سلام!

چڑچڑا پن فطرت کی رسوائی ہے بعض اوقات معدے اور جگر کی خرابی اور قویٰ کی کمزوری سے انسان لال بھبھوکا ہوجاتا ہے۔ اکثر غلط تربیت اور بیجا غرور بھی مزاج کو برہم رکھتے ہیں۔ معدے، جگر اور قویٰ کی کمزوری کو باقاعدہ علاج اور مناسب ورزش سے درست کرنا چاہیئے۔ سب سے اہم یہ کہ سیرت کو ایسی صوت دینی چاہیئے کہ بیماری اور مصیبت میں بھی دل میں غصہ اور چہرے پر شکنیں نہ آنے پائیں۔ اللہ کا ذکر بھی اس کا حتمی علاج ہے۔ یادِ حق اور عملِ صالح یعنی خدمت ملت سے بھی غصے کی آگ فرو ہوجاتی ہے۔ چل پھر کر کسب حلال اور خدمت خلق میں مصروف رہو۔ کم گوئی اختیار کرو اور زبان پر ورد اسمائے الٰہی ہو۔ دل گلزار اور چہرہ پُر بہار ہوجائے۔ ہر ملنے والے کو یہی معلوم ہوگا کہ اس کی روح جسم کو چھوڑ کر استقبال کو آرہی ہے۔ اچھے لوگ اس کی صحبت کو پسند کریں گے اور وہ دوستوں میں ستاروں سے گھرا چاند نظر آئے گا۔

استغفار کی ضرورت

دیوانی جوانی کے بلاخیز طوفانوں میں کہتے ہیں کون ہے جو ڈگمگا نہیں جاتا۔ یہ ان عوام کے لئے سچ ہے جو خدا کے نام کے چپّو کے بغیر زندگی کی کشتی کھیتے ہیں، جو نمازوں کی برکت اور ذکر کی کثرت کا سہارا لے کر چلتے ہیں وہ کبھی گردابِ بلامیں نہیں پھنستے۔ جونہی قدم غلط راہ کی طرف اٹھتا ہے کوئی نامعلوم ہاتھ کھلے اشاروں سے منع کرتا ہے۔ اکثر اس کے اور گناہ کے درمیان ناقابل عبور دیواریں کھڑی ہوجاتی ہیں۔

عزیز! گناہوں پر جسارت زندگی کے خوشنما باغ کو برباد کردینے والی چیز ہے لیکن چالاک اور چالباز گلزار کو ویرانہ بنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں بڑی قحمندی حاصل کی۔ جوانی کے عیش بڑھاپے میں آگ کے انگارے بن جاتے ہیں۔ عمر کے آخری حصے میں انسان مصیبت بھری زندگی کا خیال کرکے لمبی راتیں آہیں بھر کر گزارتا ہے۔ جس عیش کا انجام غم ہے اس کو اختیار کرکے بربادی کو کیوں خریدا جائے۔

داغدار کپڑا بے داغ لباس کے برابر نہیں ہوتا۔ لیکن گناہوں کے داغ روح کو ذکر الٰہی او استغفار کے پانی سے دھویا جاسکتا ہے۔ گناہ اور ظلم کے میدان میں آنکھیں بند کرکے بڑھے چلے جانا دوزخ کی لپیٹ میں آجانا ہے۔ معصوم فطرت کو پروردگار کے حضور میں لے جانا تو بہت ہی بڑی کامیابی ہے لیکن تائب دل کے ساتھ اس کے حضور میں پیش ہونا کوئی کم کامرانی نہیں۔ کوئی ماں کا جان سے پیارا بچہ نافرمانیوں سے تائب ہوجائے اور گردن جھکا کر ندامت کے آنسو آنکھوں میں بھر لائے۔ ماں کا دل کیا پسیج جانے سے رہے گا۔ یہی حال خدا کی کرمفرمائیوں کا ہے۔ زبان پر اس کا ذکر، دل میں اس کی ناراضگی کی فکر ہو اور تڑپ تڑپ کر معافی مانگے تو

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ ندامت کے آنسو بطور توبہ کے قبول کر لئے جاتے ہیں۔ یہ کارخانۂ قدرت کس کا ہے؟ بس اس کار گاہ ہستی میں قدیر کے قانون توڑنے والا اس سے معافی کا خواستگار ہوجائے اور آئندہ خدا کی دی ہوئی قوت و عقل اللہ کی راہ میں لگائے اور خدمت خلق میں اتنا مبالغہ کرے کہ قادر پھر اس کی وہی قدر کرنے لگے لیکن اس عزیز کی طرح نہ ہو جو ساری رات دادِ عیش دے کر ہر صبح مصلے پر بیٹھ کر زار و قطار روتا تھا اور تڑپ تڑپ کر تڑپا دینے والے لَے میں یہ شعر پڑھتا تھا

کردم ز شرابِ ناب توبہ
ورنہ گفتہ نا ثواب توبہ

اور پھر شراب کی بدمستیوں میں مبتلا ہو کر ہمسائے میں بسنے والے غریبوں کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ رات کو پینا اور صبح کو توبہ کرنا توبہ سے تائب ہونا ہے۔ سچی توبہ تو طبعیت کا خوشگوار انقلاب ہے اور سوکھے دھانوں کو ندامت کے آنسوؤں سے سینچ کر ہرا کرنا ہے۔

حماقت آمیز انانیت

بعض لوگ حماقت سے غلطیوں پر اصرار کئے جاتے ہیں اور شیخی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اختیار کردہ راہ سے ہٹنا خواہ غلط ہی ہو ان کی شان کے خلاف ہے مگر یہ شان مسلمان کا شیوہ نہیں۔ ایسی جہالت پر کسی ابوجہل کو فخر کرنے کے لئے چھوڑ دو۔ خدا را زندگی کی فرصتوں کو غنیمت جانو اور برے راستوں سے لوٹ آؤ اور اللہ کا راستہ اختیار کرو۔ اپنی جانوں کو بنی نوع انسان کے لئے مشکلات میں ڈالو تاکہ سب کے کام آسان ہوں۔ دنیا میں راحت طلبی کے معنی دوسروں کے آرام کو قربان کرنا ہے۔ عزیزو! ایسے راستوں سے بچ جاؤ۔ آپ پہلے قربان ہوجاؤ تاکہ دنیا میں قربانی کی روح پیدا ہوجائے۔ یوں شاید کسی کو قربانی ہی نہ دینا پڑے۔ اس طرح شاید سب کے لئے دن عید اور رات شب برات ہو کر گزرے۔ اس وقت چند

بڑے آدمیوں کی سرکشی اور عدوان نے تمام ملت کو مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے۔ ان کی آرام طلبیاں اور عیش پسندیاں بڑے رنگ لارہی ہیں اور یوں ساری قوم کی سیرت فنا ہورہی ہے۔ ان آیات میں فواحشات اور نفس پر ظلم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان میں صرف آوارہ مزاجیوں کا ذکر نہیں بلکہ سیرت انسانی کو تباہ کرنے والی عام عادات کا ذکر ہے۔ رشوت خوری اور انصاف فروشی، دولت اور اقتدار کے گھمنڈ میں زیردستوں اور غریبوں پر زیادتی کرنا، قول اور فعل سے کسی کی دل آزاری کرنا، اپنے آرام اور نام کے لئے قومی مقاصد سے غداری کرنا، ہوشیاری اور فریب کاری سے خدا کے سادہ بندوں کو لوٹنا یا ان کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ان کو اپنے مفاد پر قربان کرنا، غرض علم اور عقل کا کوئی جھانسہ جو دوسروں کی راحت اور آرام کو حرام کرے گناہ ہے اور فوری توبہ اس کا علاج ہے ورنہ عادات راسخ ہوجانے پر انسان دوزخ کا ایندھن ہوجاتا ہے۔

فحش گوئی کا علاج

فحش گوئی فواحشات کی ابتداء ہے۔ ایسی صحبتوں میں شیطان راہ پالیتا ہے۔ جب یاوہ گوئی کو طبیعت پسند کرے تو سمجھ لو کہ دل گندہ ہوگیا ہے اور اسے موقعے کی تلاش ہے۔ اب آلودہ گناہ ہونا کوئی گھڑی کی بات ہے۔ یہ ذکر کی کثرت کا ضروری موقعہ ہے بہتر یہ ہے کہ رات کو تہجد کا اضافہ کرے تاکہ طبیعت میں سکون اور گداز پیدا ہوجائے ورنہ بہکی ہوئی طبیعت بے بس ہو کر بڑی شرارت کا باعث ہوجاتی ہے۔ اس حال میں نمازوں کی طرف جتنی توجہ بڑھے گی نمازوں میں خشوع و خضوع، فواحشات سے بچنے کا سائیٹفک طریقہ ہے۔ نمازوں کی طرف جتنی توجہ ہوگی شیطان اتنا ہی دور رہے گا۔ جب طبیعت نماز سے اکتانے لگے تو سمجھ لو کہ شیطان کا پھندہ مضبوط ہورہا ہے اور تم آفت گناہ میں پھنسنے والے ہو۔

عزیز! جوانی میں نفس فواحشات پر اکساتا ہے۔ اور بڑھاپے میں مال کی حرص بڑھاتا ہے۔ نفس کی شرارتوں کا علاج، اللہ کا ذکر، نمازوں کی طرف توجہ اور

خدا کی مخلوق کی بھلائی کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ذکر کے معنی عمل نیک سے بے اعتنائی سمجھ کر صرف قولی عبادت پر قناعت کر لو۔

نمازوں کے بعد مسجد میں نہ بیٹھو بلکہ اللہ کا فضل ڈھونڈنے کے لئے نکلو! ہاتھ کار کی طرف اور دل یار کی طرف رکھو۔ زبان پر یا دل میں اللہ یا اس کی کسی صنعت کا ورد اور خیال ہو۔ کسب حلال میں جان لڑاؤ۔ کنبے اور کنبے کے باہر مستحق لوگوں پر بانٹ کر کھاؤ۔ ہمیشہ خدا کی عظمت و جلال کا خیال رکھ کر چند روزہ زندگی میں خدمت خلق کا کارنامہ کر جاؤ تاکہ نیکی میں تمہارا نام بلند ہو اور آنے والی نسلوں کے لئے تمہاری زندگی روشنی کا مینار ہو اور لوگوں کو سیدھا راستہ جاننے میں آسانی ہو۔ پس اللہ کے ذکر اور مخلوق کی محبت کو دل میں زیادہ کرو اور اپنی جان کو غریبوں کی ڈھال بناؤ۔

روحانی مسرتیں اور جنت

تصور میں گلو اور کشمیر کی بے نظیر وادیوں کی تصویر دیکھو۔ رنگین گلزاروں، بہتے پانیوں اور نظر افروز پہاڑوں نے کیا بہار پیدا کر رکھی ہے۔ کس کا جی نہیں چاہتا کہ یہیں پاؤں پسار کر بیٹھ رہیں۔ کوئی خوب صورت سا بجرہ مل جائے۔ کھانے پینے کی فراوانی ہو۔ پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہتے جائیں اور ادھر ادھر سیر کرتے عمر گزار دیں۔ متاہل زندگی کی دلچسپیوں کو ساتھ شامل کر لو کہ حوروش بیبیاں غلمان صفت پیارے بچے اس جنت ارضی کی کشش اور زیادہ کر دیں تو دل کی خوشی کا کیا حال ہو مادی دنیا میں گل و گلزار، دریا و انہار، حور و غلمان کے علاوہ آخرت کی خوشیوں کو کیونکر دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جو سچ پوچھو تو خاک اور عالم پاک میں جو فرق ہے وہی کلو و کشمیر اور جنت میں ہے۔ مگر لفظوں کی کون سی ترتیب اس حسن کو کما حقہ بیان کرے نگاہ نے جس کے جلووں کے دامن کو ابھی چھوا بھی نہیں۔

صحرا نشیں سے کشمیر جنت نظیر کی دلکشی کی کہانی کہو تو وہ سمجھے گا کہ یہ

جھوٹا افسانہ میرے بہلانے کا بہانہ ہے۔ دنیا کے حسن کی یہ یکجائی ایک مختصر سی وادی میں کہاں ممکن ہے۔ جن کا دل روحانی بنجر ہے وہ ارضی خوشی سے پاک روحانی خوشی کا تصور نہیں کرسکتے۔ اے عزیز! جو خاک سے گل بوٹے پیدا کرتا ہے اور مٹی کی مُورت کو حُسن کی پاک صورت بنا دیتا ہے آسمان پر تاروں کے ان گنت روشن لعل لٹکا دیتا ہے وہ چاہے تو اور کیا نہیں کرسکتا۔

یوں تو ہر یاوہ گو کو حق ہے کہ زبان کی قینچی کو تب تک چلائے جب تک کہ فرشتۂ اجل منہ پر تالے نہیں ڈال دیتا۔ مگر عقل کے تصور سے ایسی دنیا دور نہیں جس کا غیر آباد گوشہ بھی کشمیر اور کُلّو کے گلزاروں سے ہزاروں گنا زیادہ دلکش اور نظر افروز ہو۔ بخدا بعضوں نے اس کے حسن و خوبی کا ہلکا سا جلوہ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور اس کے پھلوں کا تھوڑا سا مزہ اسی دنیا میں اسی زبان سے چکھا۔

انگلینڈ کے عوام برسات میں آموں کے باغ کی بہار کیا جانیں اچھے آم کی حلاوت کو وہ کیا سمجھیں انہیں کوئی کس طرح سمجھائے کہ برسا برسی برسات میں ابر جب جھوم کے آتا ہے تو ہندوستان کی سرزمین پر ایک نشہ سا برس جاتا ہے اس مزے دار موسم میں سیندوری آم سبز پتوں کی اوٹ میں لٹکتے نگاہ کے لطف کو دوبالا کرتے ہیں۔

روح کی رفعتوں سے ہم جیسے بے خبر لوگوں کو اہل حق کیونکر سمجھائیں کہ حسن عمل اور ذکر الٰہی سے دل کی دنیا اسی دنیا میں بدل جاتی ہے اور نظریں اور کی اور ہوجاتی ہیں۔ عوام کی سستی نگاہ جس حُسن کو دیکھ کر باغ باغ ہوجاتی ہے۔ انہیں گل و گلزار میں ہزار درجہ بہتر رنگ نظر آتا ہے۔ ہر کرخت آواز بھی کان کو نغمۂ شیریں کی طرح بھلی معلوم ہوتی ہے۔ شیریں نغمے لاکھ گنا اور شیریں ہوجاتے ہیں۔ کوئی میوہ کھائے بغیر زبان کا ذائقہ یوں بدل جاتا ہے۔ گویا خوشگوار آموں سے کہیں بہتر میوے کی حلاوت حاصل ہے جو ایسی زندگی سے محروم ہیں ان کے لئے یہ حقیقتیں محض افسانہ ہیں۔ اہل حق ان حقیقتوں کا مذاق اڑانے والوں پر مسکرا کر

گزر جاتے ہیں۔ اندھے کو موسم بہار کی بہار کوئی کیونکر سمجھائے کہ اس موسم میں دنیا کف گل فروش بنی ہوتی ہے۔

قلب کی کیفیتوں کا خوشگوار انقلاب آنکھوں کے سامنے حُسن کے جنت نگاہ جلووں کی افزائش، نغموں کی شیرینی میں اضافہ، زبان میں بن چکھے میووں کی جاں فزا لذت جن کا ذکر ہوا وہ بھی جنت کی پوری حقیقت نہیں۔ قیاس کہتا ہے کہ جنت اس سے افضل زندگی کی مسرتوں کا نام ہے جو ہم جیسے روحانی اندھے عمل صالح کو ٹیڑھی کھیر سمجھ کر اس سے پرہیز کرتے ہیں وہ کبھی نہ جان سکیں گے کہ حقیقی خوشی کیا ہے۔ خوشی کا مفہوم ان کے نزدیک مزدوروں اور کسانوں کی کمائی کو جمع کرکے اس سے اپنے لئے آرام کے سامان مہیا کرنا اور عورتوں کی عصمت لوٹ کر شراب کو کشتیوں میں لگا کر پینا ہے، حالانکہ مالک کی محبت میں سب کچھ لٹادینا، عورتوں کی حفاظت کرنا، کمزور اور غریب کو اٹھانے اور بڑھانے کے لئے اپنا خون بہادینا حقیقی مسرت ہے جنہیں اس مسرت سے دنیا میں کچھ حصہ ملا ہے وہی آخرت کی خوشیوں کے حقدار ہیں۔

اے عزیز! جسم اور جان پر راہ حق میں تکلیفیں اٹھا کر یہیں خوشی کا احساس کرلے، مادی خوشیوں میں مبتلا ہو کر روحانی مسرتوں سے خود ہی محروم رہنا اور کہنا کہ دولت اور اقتدار کی خرمی اور شراب کے نشے کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا جو دل ودماغ کو سرور سے بھر دے۔ ایسا سمجھنا بہت بڑی بے عقلی ہے۔

یہ تو قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ آیا آخرت کی زندگی کا یہ زندگی ایک کثیف پرتو ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ مادی مسرتوں کے علاوہ بھی ایک گہری خوشی ہے جس کا سرچشمہ خدا کی راہ میں مخلوق کی خدمت کے لئے مسلسل قربانی ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ ذکر الہی کی چاشنی ہو۔ جنت میں گل و گلزار باغ و انہار کا ہونا، سبز درختوں کا خوشگوار پھلوں سے لدے ہونا جو موجودہ دنیا کے پھل پھول سے کہیں رنگدار اور خوشگوار ہوں ناممکن نہیں، یا اس سے زیادہ خوشی کی

کوئی بہتر صورت ہونا ممکن ہے۔ اس دنیا کو پیدا کرنے والے کے لئے اس سے بہتر ہزار جہانوں کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

جس نے بڑے شہر کی گندی گلیوں میں عمر گزار دی۔ وہ گلو اور کشمیر کی نظر افروز وادیوں کا پڑا انکار کرے۔ مادی خوشیوں کے علاوہ روحانی خوشی پاکیزہ تر صورت میں محسوس کی جاسکتی ہے۔ شاید مسرتوں کی اس سے پاکیزہ تر کیفیت اور بھی ہو جو صرف آئندہ جہان کے ساتھ مخصوص ہو۔ یہاں جب خدا سے تعلق بڑھنے سے دل کی کیفیت آنکھوں کا رنگ، زبان کی لذت اور کانوں کی سماعت اس دنیامیں ایک متوقع لطیف صورت اختیار کرلیتی ہے۔ کیا خبر کہ آئندہ زندگی میں یہی ہنگامے ہوں صرف حواس خمسہ میں گہرائی زیادہ آجائے۔ ہر چیز اس سے زیادہ پُرلطف نظر آئے جواب آتی ہے۔

دیگر مذاہب کے پیارے بھائی اسلام دشمنی کے باعث عیب جو نگاہوں سے قرآن کی ہر آیت کو دیکھتے ہیں کہ کہیں کوئی ٹیڑھی سیدھی لکیر مل جائے تو الٹا سیدھا اعتراض جڑدیں۔ جونہی قرآن میں پڑھا کہ وعدہ کی گئی جنت کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہوگا تو بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے۔ دنیامیں دل کی کیفیت پر قیاس نہیں کیا کہ بعض امراء کے ایوانوں میں ایک مسافر کے لئے شب باشی کی جگہ نہیں ملتی اور غریب اپنے چھوٹے سے گھر میں دس مہمان ٹھہرا کر انہیں سر آنکھوں پر جگہ دیتا ہے جب دل تنگ
ہو تو جگہ تنگ نظر آتی ہے۔ دیکھا نہیں کہ بعض مسافر ریل کے ڈبے میں تنہا ہوتے ہیں لیکن دروازے اندر سے بند رکھتے ہیں۔ مبادا کوئی اور مسافر چڑھ آئے۔ اگر کوئی سادہ لوح دیہاتی بھٹک کر ادھر آہی جائے تو پہلے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور پھر دوسرے ڈبوں کی طرف اشارہ کرکے چلتا کرتے ہیں اگر بھلے آدمی بیٹھے ہوں تو تنگ جگہ پر بھی پاس بٹھا لیتے ہیں۔

بڑے لوگوں کو بڑی جگہ بھی تنگ نظر آتی ہے۔ وہ لاکھوں کما کر بھی تنگدست ہوتے ہیں۔ سلاطین کے خبط کو دیکھو، وسیع ولایات پر قانع نہیں ہوتے

مگر خدا کے ولی پلّے پائی نہیں رکھتے۔ قبر کو جگہ نہیں ہوتی مگر اہل دنیا کو اپنے سمجھنے کے باعث سب کے مال و املاک انہیں اپنے ہی نظر آتے ہیں۔ کوئی کہہ دے کہ بھلے آدمی کچھ اپنا بھی بنا لے تو وہ تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ گویا شاہ عالمگیر کو جیل کی کسی کوٹھڑی پر قناعت کرنے کو کہا جا رہا ہے۔

اہل دل دنیا والوں نے دیکھے نہیں زمین اور آسمان کی وسعتیں تو ان کے دل کے ایک گوشے کے بھی برابر نہیں۔ ان کے دل میں ایک جنت کیا ہزار گلزار آباد ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں وہی جب بیوقوف لوگ اپنی اپنی جائیداد بناتے ہیں تو وہ سب کی بنانے میں لگے ہوتے ہیں۔

عرب کے لاثانی یتیم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ سارا عرب مٹھی میں آ گیا مگر خود مٹھی بھر اناج پر قناعت کی۔ کتنی توہین تھی کہ میرے نبی ﷺ کی اگر کوئی آکر کہہ دیتا کہ آ میں تجھے اچھا مکان بنوادوں اور اس میں باغ لگوادوں۔ وہ تو سب کو اپنا ہی سمجھتے تھے جو جس کے پاس تھا وہ ان ہی کا تھا تب ہی تو امت کی خاطر پیٹ پر پتھر باندھ کر چلے گئے۔

سب کو کھلا کر کھانا ہی تو نیکوں کی شان ہے۔اسی لئے تو بیت المال مسلمانوں میں رائج ہوا تھا تاکہ کوئی بھوکا، ننگا اور محتاج نہ رہ جائے۔ افراد کا قلب جوں جوں وسیع ہوگا توں توں بیت المال کا خیال زور پکڑے گا۔ یاد رکھو مال کی محبت مذہب میں ممنوع ہے یہ مال قومی خزانہ میں جمع ہو کر قوم کو چار چاند لگا دیتا ہے غیر محدود شخصی ملکیت (سرمایہ پرستی) سیرت کو برباد کر دیتی ہے۔ دل تنگ ہو جاتا ہے۔ قلب میں جنت کی وسعت اور سچا سکون پیدا نہیں ہوتا۔ مال دل کو وسیع نہیں کرتا، لوگوں پر خرچ دل کو جنت کی جلوہ گاہ بنا دیتا ہے مگر دیکھو آج کل کے امراء کی طرح اپنی مرضی سے خرچ کر کے بھیک منگوں کی تعداد نہ بڑھاؤ بلکہ مال کو ملت کی تعمیر پر لگاؤ! رات دن کماؤ۔ باقی وقت اور مال قوم کی ریڑھ کی ہڈی مضبوط کرنے پر لگاؤ۔ دل گلزار پُر بہار ہوتا جائے گا۔ اس کی وسعت واقعی جہانوں کو گھیر لے گی۔

تن آسانی: فطرت کے خلاف بغاوت

فرانس کی مفتوح قوم کے ڈکٹیٹر مارشل پٹیان نے شکست کا باعث لوگوں کی تن آسانیوں اور عیش پسندیوں کو قرار دیا۔ عیش و آرام کی طرف لوگوں کی بڑھتی ہوئی رغبت، گھٹتی ہوئی قسمت کی یقینی علامت ہے۔ قانون فطرت کو توڑ کر آوارگیوں میں بسر کرنے والی قوم کے رنگیلے افراد سپاہی کی سخت زندگی کو قبول نہیں کر سکتے۔ مال کو قوم سے محبوب رکھنے والے یا اس کو صرف ذاتی ترقی پر صرف کرنیوالے غصے میں آکر بے قابو ہوجانے والے، بات بات پر انتقام کی گرہ دل میں باندھ رکھنے والے، حسن کے بازار میں عشق کی تلاش کرنے والے سب ہی مکذبین ہیں۔

توبہ میں تساہل کر کے گناہوں کو جاری رکھنے کا انجام قوم کی عبرتناک شکست اور لمبی غلامی ہے۔ اس زمین کی تاریخ کے سارے اوراق کو الٹ پلٹ کر دیکھ لو۔

مال کی دلدادہ اور ایک دوسرے کو معاف نہ کرنے اور غصے کے باعث پارٹی بازی کا شکار عیش پسند امتیں حرف غلط کی طرح مٹادی گئیں۔ تاج محل اور لال قلعہ کے بنانے والے اور بسنے والے کہاں ہیں؟ جب ان کے بزرگ ہندوستان آئے تو ان کی ہمت قابل داد تھی۔ جب داد عیش دینے لگے تو ہمتوں کی پستی نے ان کی اولاد کو عبرت کا مقام بنادیا۔ مسلمان ان عمارات کو روزانہ دیکھتے ہیں لیکن کچھ عبرت حاصل نہیں کرتے۔

امراء چھوڑ عوام کو میں نے دیکھا کہ سارا دن حقہ نوشی میں گزر گیا مجال کیا جو تنکا توڑا ہو۔ مسلمان کسی قوم یا ملک کی آزادی کا نام نہیں بلکہ خدا کا نام لے کر کام پر کمر باندھ لینے والے خدا کے فرمانبرداروں کا نام ہے۔ زبان سے اقرار اور عمل سے مخالفت دین کا تمسخر اڑانا ہے۔ یہ امر خدا کی سخت ناراضگی کا باعث ہے۔ ظالم قوموں کی کہانی کہنے کے لئے مصر کے مینار یا عیش کا افسانہ سنانے والے لال قلعے رہ جاتے ہیں اور قوم فنا ہوجاتی ہے۔ جاؤ بابل و نینوا کے کھنڈرات دیکھو یا

قرطبہ کی اجڑی ہوئی عمارتوں کا ملاحظہ کرو۔ آنکھوں کو بند کرکے آخری نسل کی زندگی پر نظر ڈالو کہ انھوں نے اپنے اخلاق کی کس طرح بربادی کرلی تھی دنیا کے اکثر ممالک میں بہت سے کھنڈرات قوموں کی گزشتہ عظمت و جلال کے گواہ بنے کھڑے ہیں ان کی بربادی کی تاریخ بداخلاقی اور آرام پسندی کا افسانہ ہے بعض قوموں کے مٹی میں دبے ہوئے آثار قرآن کی سچائی کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ان آثار کو ڈھونڈ کر کھود نکالنے والے تاریخی شہادتوں کی بناء پر کیف کان عاقبۃ المکذبین کے عنوان سے مرثیہ پڑھتے ہیں۔

بداخلاقی، عیش پسندی اور آرام جوئی اپنی فطرت کے خلاف بغاوت ہے اللہ کا عذاب اچانک نہیں آتا قومیں آہستہ آہستہ مسلسل گناہوں کے باعث اور ہمسائے کے حقوق سے غافل ہوکر اپنی بربادی کا سامان کرتی ہیں۔ اللہ کے بھروسے پر ترقی کے سامان فراہم کرنے والے کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خود غرض، تنگ دل اور بیکاروں کی تعداد بڑھتی ہے جو قوم ایسی ہی گندی مصروفیات کے باعث کام کرنے کے اوقات کم کردے وہ بن مارے مرجانے والی ہے۔ مکذبین میں ان کا درجہ بلند ہے جو آرام طلبیوں، راحت پسندیوں او حقہ نوشی جیسی گندی اور کاہل کردینے والی عادتوں سے انسان کو زندگی کی کشمکش کے ناقابل بنادے اور ملت کو نیم مردہ کرکے اور کو اسے غلام بنانے کا حوصلہ دلادے۔ جن کے بازو میں بل اور جسم میں جان نہیں وہی مکذب ہیں جنھوں نے اللہ کی دی ہوئی صحت اور زور کو غفلت سے تباہ کردیا نوجوانوں کے کس بل پر تو قوموں کی قسمت کا مدار ہے۔ عمدہ صحت کے ساتھ عمدہ اخلاق شامل ہوجائیں تو دنیا میں دین ترقی کرتا ہے۔ حکومت اور سلطنت لونڈی غلام بن جاتے ہیں۔ سب سے اہم یہ کہ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوجاتی ہے کیونکہ عمدہ صحت اور پاک خیالات کے باعث وہ مخلوق خدا کی بڑی خدمات سرانجام دینے کے قابل ہوجاتا ہے۔

عملی عبادت کی ضرورت

بدقسمتی سے فی زمانہ نیکی کا معیار صرف نماز اور روزہ ہے۔ جب اغیار مسلمان کے دوسرے عمل اور پورے کردار پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ ان کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ اور اسلام کی ذلت کا باعث ہوتے ہیں۔ سنوگے کہ فلاں شخص بڑا متقی ہے۔ مفہوم کہنے والے کا یہ ہوگا کہ وہ ہر وقت قولی عبادت میں لگا رہتا ہے۔ صرف زبان کی عبادت سے کوئی قوم دین و دنیا کے مقاصد حاصل نہیں کرسکتی نیکی وہ پورا عمل ہے جو سرور کونین ﷺ کی زندگی کا عمل تھا۔ زبانی جمع خرچ سے دین درست ہوسکتا تو رہبانیت حرام کیوں ہوتی، جو اسلام کا عمل نہیں وہ مکذبوں کا فعل ہے۔ چاہے مسلمان کہلانے والی قوم ہی کیوں نہ کرے۔ قوم کی قوم اگر ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھ جائے یا جہاد اور قربانیٔ مال سے کترائے عقل کو الجھنوں میں ڈال کر اشیاء کے خواص جاننے نہ پائے اور تعمیر ملت میں انہیں کام میں نہ لائے۔ بیشک ایسی قوم اللہ کے دین کی مکذب ہے۔

دنیا کا قانون جان لو کہ یا تو خود ہی اپنی قوم کے لئے بخوشی قبول کرلو ورنہ اور قوموں سے ذلتیں اور تکلیفیں اٹھاؤ گے۔

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ دنیا میں ایک عام اقتصادی نظام اور عالمگیر انسانی برادری کو قائم کیا جائے اور اس کی ابتداء گھر سے کی جائے۔ تنگ دلی، تنگ خیالی اور غفلت کا ایک لمحہ بھی تمہیں مکذبین میں شامل کردے گا۔ شخصی اخلاق کی اصلاح پر نظر رکھو اور جماعتی بھلائی کے اصول کو نہ بھولو۔ تب ہی تم فلاح پاسکتے ہو۔ قوموں کے شخصی اور قومی اخلاق جب تک پاکیزہ رہیں گے قوم زندہ رہے گی۔ جب اخلاق حمیدہ، اعمال ناپسندیدہ میں تبدیل ہوجائیں گے تو شجرِ قومی بے برگ و بار ہوجائے گا۔ ان بے برگ و بار قوموں کا نام مکذبین ہے۔

مسلمان کہلانے والی ملت عمل غیر صلح کے باعث اس وقت مکذبین کی فہرست میں شمار ہے ہر جگہ غلام اور خوار ہے۔ ایسی زندگی سے مٹ جانا بہتر

ہے۔ ملت اگرچہ خاموشی سے مٹتی جارہی ہے۔ افسوس کہ اس میں مٹ جانے کا عزم نہیں۔ مٹ جانے کے عزم سے تو زندگی مل جاتی ہے۔ اس عزم سے شخصی اخلاق میں بھی خوشگوار تغیر آجاتا ہے اور قومیں مکذبین کی فہرست نکل جاتی ہیں۔ عیش و آرام اپنے اوپر حرام کر کے ملی بچاؤ میں مصروف ہوجاتی ہیں۔ یوں ان میں مال کی محبت جاتی رہتی ہے اور آپس میں عفو سے کام لیتے ہیں۔ پارٹی بازی، شکوہ شکایت دور ہو کر یکجان ہوجاتے ہیں۔ جنگ کی تیاریوں میں خدا کی طرف قدرتی دھیان اور رجحان بڑھ جاتا ہے۔

دعا اور کوشش سے کام لو۔ بے پناہ قربانی کا عزم لے کر اٹھو۔ شاید ملت اسلامیہ مکذبین کی فہرست سے نکل جائے دیکھتے نہیں کہ ہماری سلطنتوں کے کھنڈرات پر غیروں کے قصر حکومت استوار ہو چکے ہیں۔ جاؤ دنیا میں چل پھر کر آثار قدیمہ دیکھو تاریخ میں مٹنے والوں کے اخلاق کا مطالعہ کرو۔ یہ جانچ پڑتال اور حقیقت کو کھول دینے والا یہ بیان صرف خدا کو مد نظر رکھ کر کمر ہمت باندھ کر اٹھنے والوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہوگی۔

تربیت اور تدبیر کی اہمیت

جب تم دنیا کی ترقی اور اپنی پس ماندگی کو ملاحظہ کرو گے تو دل بیٹھ جائے گا۔ یہ اڑ اڑ کر بم برسانے والے، یہ لپک لپک کر تباہی مچانے والے ہوائی جہازوں کی مالک قوموں کے مقابلے مین حقے کا دھواں اڑانے والی اسلامی ملت کب لگا کھائے گی۔

اور قومیں برق رفتاری سے بڑھ رہی ہیں۔ ہماری ملت ابھی اونٹوں پر سفر کر رہی ہے۔ الٰہی ہمارا کیا انجام ہوگا۔ قرآن کی پیاری زبان میں سب ملکوں کا مالک تسلی دیتا ہے۔

(۵) و لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (سوره آل عمران آیت۱۳۹)

(یعنی ہمت نہ ہارو، حوصلہ کرو، مومن بنو اور میدان مارلو)

کس سیاح نے دنیا میں چل پھر کر مسلمانوں کی مایوس کن حالت کو نہیں دیکھا۔ مگر مسلمان محسوس کریں تو جانئے۔ بچے بازاروں میں سیٹیاں بجاتے آوارہ پھرتے ہیں۔ نوجوان تڑپادینے والی لَے میں محبت کے گیت گاتے اور عشق کی دھومیں مچاتے ہیں، بوڑھے دنیا کے لالچ میں زرکشی کی سبیلیں سوچتے ہیں ابتداء سے انتہاء تک ہماری ساری زندگی کے پورے عمل کا یہی عرض و طول ہے۔

واعظ ممبر پر کھڑا ہو کر کہتا ہے مومن ہوجاؤ لیکن اس کے ذہن میں صرف نماز، روزہ مومن کے عمل کی تصویر ہے۔ ایک گروہ کلہاڑی اور بیلچہ سے پریڈ کرکے ایمان کی ساری خصوصیات کا اپنے آپ کو حامل سمجھ لیتا ہے۔ اے عزیز! محض نماز، روزے، صرف پرانے اسلحہ سے پریڈ کس کام کی، مومن کی پوری تصویر بنو، نمازوں کو قائم کرو، عمل میں اخلاص پیدا کرو۔ دنیا کے علم اور جان کی قربانی میں بے مثال بنو۔ قوم کو اول درجے کی اسلحہ پوش بناؤ۔

بازوؤں پر تعویذ باندھ کر چھاتیوں پر توپوں کے گولے برداشت کرنے کے لئے یہ کہہ کر میدان میں نہ بھیجو کہ دشمن کا ہر نشانہ خطا جائے گا۔ دشمن کے ہتھیاروں سے بہتر ہتھیار، دشمن کی قربانی سے بہتر قربانی، دشمن کے اخلاق سے بہتر اخلاق مومن کا طغرائے امتیاز ہیں۔

تیاریوں اور تدبیروں کے بغیر قربانی بھی کوئی چیز نہیں۔ ملک ملک کی ترقیوں پر نظر رکھو اور خود ترقی کی دوڑ میں سب سے آگے رہو۔ تیاری، تدبیر اور تعداد کے بغیر تو حضرت امام حسینؓ کا اخلاص بھی ذبح ہو گیا۔ اور کسی کے اخلاص اور قربانی کا کیا اعتبار۔

یاد رکھو ان آیات میں تمام مومنین مخاطب ہیں۔ اگر اب بھی دنیا کے مسلمان مل کر اٹھیں اور اللہ پر بھروسہ کرکے بڑھیں تو دنیا کے طور طریقے اور ہوجائیں اور ظالم خاک چاٹتے نظر آئیں، مگر دنیا کے مسلمانوں کو شخصی سلطنت کے آرزومندوں اور ذاتی وجاہت کے طلبگاروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ یمن کے والی اور عرب کے بادشاہ مصر کے شاہ، افغانستان و ایران کے ملوک (اب ان

تینوں ملکوں میں ملوکیت کا ادارہ ختم ہو گیا ہے) اور ٹرکی کے صدر سے کوئی پوچھے کہ تم نے مسلمان کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کیوں بانٹ لیا ہے؟ دنیا کی بڑی تعداد رکھنے والی اور ترقی یافتہ قوموں مقابلے میں الگ الگ کیا کر دکھاؤ گے؟ صرف غریب مسلمانوں پر ہی قیامتیں ڈھاؤ گے جس قوم (ملت) میں اتنی تمیز نہیں جو ۵۰ کروڑ (اب سو کروڑ) ہونے کے باوجود چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے زیر سایہ بسر اوقات کرنے پر قانع ہے۔ کسی خدائی انعام کی مستحق نہیں، اس کے امراء، رؤسا، صوفیاء اور علماء ضرور باز پرس کئے جائیں گے جنھوں نے قوم میں سرمایہ داری کے نظام کو ترقی دے کر مسلمانوں کو عاجز کر دیا اور پھر انہیں گروہوں میں بانٹ کر خود ان کی گردنوں پر سوار ہو گئے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کو سلاطین اور شہنشاہیت سے اتنی نفرت تھی کہ ہاتھوں کو بوسہ دینے والوں کو صاف کہہ دیا کہ اس قیصروں کی رسم سے بچو! اے عزیز! سارے مسلمان کہلانے والے اسلام کے قانون سے بغاوت کرنے کے باعث غیروں کے دباؤ میں آ گئے ہیں۔ اب تو مومنانہ فراست اور ہمت سے کام لے کر سب ایک ہو کر اٹھیں تو بوجھ سے نکل سکتے ہیں اور اعلون ہو سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ مسلمان عوام کی تربیت پر موقوف ہے۔ ورنہ مسلمان شاہوں، نوابوں اور امراء نے تو مسلمانوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ غریبوں کا خون، ان کی خوراک اور انہیں اپنے پاؤں پر جھکانا ان کے آداب، کیا یہ مومنوں کے حالات ہیں۔ اگر نہیں تو اعلون ہونے کی امیدیں کیوں ہیں۔

اگر ترکی جنگ میں مبتلا ہو تو ہندوستان مسلمان ان کے خون سے ہولی کھیلنے جائے۔ اگر فلسطین کا عرب بلبلائے تو باقی ملکوں کا مسلمان بیٹھا تماشہ دیکھے۔ ایسی امت غالب ہونے کے لئے ہے یا غلام رہنے کے لئے۔

غلط ماحول اور عسکری تربیت

امراء اور رؤساء کی مصلحتیں ہی ختم ہونے میں نہیں آتیں، ایک کی مصلحت

دوسرے سے جدا ہے۔ کسی کا انگریز خدا ہے، کسی کا جرمنی داتا ہے، ملک ملک کے اسلامی بادشاہوں نے غیر مسلم شہنشاہوں کی غلامی قبول کر رکھی ہے اور اپنے پاؤں تلے مسلمانوں کا دبایا ہوا علاقہ ہے۔ جب یہ سارے بت گر جائیں گے تو اسلام ترقی کریگا۔ ایک عزیز نے عسکری زندگی کا ڈھنڈورہ بڑے زور سے پیٹنا شروع کیا تاکہ اور آوازیں دب کے رہ جائیں سچی عسکری زندگی بلاشبہ قوموں کو غالب کرتی ہے لیکن اس عزیز نے اچھے عمل کے لئے غلط راستے اختیار کئے۔ عساکر کی ایسی اسلامی تنظیم جو غیر کے کام آئے، ملت کی موت ہے، غیر مسلم حکومتوں کے ماتحت عسکری طور پر منظم ہو کر مسلمان ہر جگہ بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں۔ گزشتہ سالوں میں ہسپانیہ کے عیسائی سرمایہ پسند سرداروں کے ماتحت منظم ہو کر مراکش کے غریب مسلمانوں نے ہسپانیہ کے غریب عوام پر کس شجاعت سے قیامتیں توڑیں! ہسپانیہ کے عیسائی امراء نے مراکش کے غریب مسلمانوں میں خوب عسکری زندگی پیدا کی اور ملک کے مزدوروں اور کسانوں کے خون سے خوب ہولی کھیلی، ہندوستان کے مسلمانوں نے (جنگ عظیم اول میں) کئی بار امراء کے اشارے پر خدا کا نام لے ترکوں پر چڑھائی کی ہماری بہادری کے افسانے ترک بیواؤں کے اجڑے سہاگ اور یتیم بچوں کے دلدوز آنسوؤں سے سن لو۔ غرض عسکری زندگی تو ہے مگر غیر اسلامی۔ ایسی عسکری تنظیم جو غریبوں کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی کے لئے ہو۔ فساد فی الارض ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے لیکن جس عزیز کا ذکر ہے اس نے حسب معمول اپنے نظام کی بنیاد قادیانی امراء کی طرح غیروں کو رنگروٹ مہیا کرنے پر رکھی ہے۔ ممکن ہے کہ اُس نے نیک نیتی سے کسی حکومت کی ناراضگی سے پہلو بچایا ہو۔ مگر غیر مسلم حکومت کی وفاداری کے عمومی وعدے۔ غلط تعلیم کی ایسی بنیاد ہے جس کے باعث ہم نے اپنے بھائیوں کا گلا خود اپنے ہاتھوں سے کاٹا۔ ہماری عسکری تنظیم نے ہماری اپنی ہی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ کیا ہم یہ تجربات ابھی اور دہراتے چاہتے ہیں یا غیروں کی وفاداری کے وعدوں سے قطع نظر کر کے ایسے عسکری نظام کو

بروئے کار لائیں جو صاف صاف ملی مصلحتوں کے تابع ہوکر اپنی پالیسی کا صاف اعلان کردے کہ ہم کسی ملک کے غریبوں پر امراء کے اشارے سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے اور بروئے قرآن کسی مسلمان کا خون نہ بہائیں گے۔ ہاں بلا قصور اگر کوئی ہماری آزادی اور امن کو نقصان پہنچائے گا تو ہم حفاظت خود اختیار میں سب کچھ کریں گے۔

اسلام کی سچی سوسائٹی

سچ یہ ہے کہ اسلام کی سچی سوسائٹی میں نسبی اور اقتصادی اونچ نیچ نہیں ورنہ طبقاتی جنگ ناگزیر ہوتی۔ مومنین کی جماعت جو آیات میں مخاطب ہے۔ وہ ہے جس نے بحکم حق سود چھوڑ کر ذاتی مال و منال کو تنگی اور فراخی میں خرچ کرکے سوسائٹی میں اقتصادی مساوات پیدا کی تھی۔ پس دنیا میں غلبہ حاصل کرنے کی وہی شرائط ہیں جن کا ذکر ان آیات میں موجود ہے۔ ان شرائط کو پورا کرنے والے مومن ہیں۔ جس غلبے کا قرآن میں ذکر ہے وہ مومنین کا غلبہ ہے اور ہدایت یافتہ قوم کا غلبہ ہے۔ مومنین کے غلبے میں حق و انصاف کا غلبہ ہے۔ نسل اور نسب چھوڑ، کسی مذہب کا بھی غلبہ نہیں وہ تو سب کے لئے عادلانہ نظام ہے۔ اس کا باغی برباد ہوگا اور اطاعت کرنے والا امن پائے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ انگریز کی سزا اور ہندوستانی کی سزا اور یا ہندو کی سزا اور ہو اور مسلمان کی سزا اور ہو۔ ہر غریب بیت المال سے فائدہ اٹھائے گا اسے امراء کے رحم پر بے یار و مددگار نہ چھوڑا جائے گا۔ پس بروئے قرآن اعلون ہونے کے لئے قوم مسلم کو اپنی سیرت کو عمدہ صورت دے کر آگے بڑھنا چاہیئے۔ ہر غالب کو اعلون سمجھ کر اس کے مومن ہونے کا فتویٰ غلط ہے۔ جب تک غصے پر فتح پانا اور غلطیوں کو معاف کرنا اور فواحشات سے توبہ کرنا، سود کے منافع سے پرہیز کرنا تنگی اور فراخی میں مال کو خرچ کرنا نہ سیکھوگے۔ مومنین کی فہرست میں نہ آؤ گے۔ اس کے علاوہ عشق الٰہی کی اور منزلیں ہیں۔ کثرت ذکر اور استغفار کو پیشہ بناؤ کہ اللہ رحم کرکے قربانی کے اگلے پروگرام کو آسان بنادے۔

جہد مسلسل

دنیا کی ظفر مندیوں کا کون آرزو مند نہیں لیکن بوالہوس کی عشق پرستی سر کا نذرانہ دیئے بغیر پریم پیالہ پینے کا خواہشمند ہے، جنگ احد میں جب بیگانوں کے ہاتھوں اپنوں کے سر تن سے جدا دیکھے اور بعض کمزور طبیعتوں کے دلوں میں ہول سی اٹھی تو قرآن نے تنبیہ کی۔ اگر تم نے زخم کھایا ہے تو تمہارے دشمن نے بھی، ایسا ہی صدمہ اٹھایا ہے۔ تم نے احد میں شکست اٹھائی۔ مخالف بدر میں برباد ہوا۔ ہر قوم کی قسمت میں الٹ پلٹ کر فتح شکست کے دن آتے ہیں۔ بڑی جنگ جیتنے کے لئے بہت سی چھوٹی لڑائیوں میں پسپا بھی ہونا پڑتا ہے۔ دنیا میں برتری بڑی جاں کاہیوں کا کام ہے۔ غریب جب ابھرنا چاہے، اسے چاہیئے کہ زخم لگانے کے ساتھ ساتھ زخم کھانے کا دل و جگر پیدا کرے۔ جو قومیں خون کو دیکھ کر رو دیتی ہیں وہ جلد ختم ہوجاتی ہیں۔ زندگی کی کشمکش کو جو اپنے نقصان کے اندازوں سے پرکھے گا۔ کسی میدان میں اتر کر دشمن سے پنجہ آزمائی کی جرأت نہ کرے گا۔

اے عزیز! جنگ میں زنگ خوردہ دل دھویا جاتا ہے۔ مومن جب میدان میں آتا ہے تو دنیا کے سارے تعلقات کو خدا کی خوشنودی کے مندر میں بھینٹ چڑھا آتا ہے۔ پھر لہرا لہرا کر قدم اٹھاتا ہے اور اٹھلا اٹھلا کر چلتا ہے۔ ہر بوالہوس کی یہ شان کہاں کہ ہتھیاروں کی جھنکار کو رنگین رباب کی مست آواز سمجھ کر جھومتا آئے۔ عشق ناآشنا صوفی کی طرح دکھاوے کے لئے طبلے کی تھاپ اور راگ کے الاپ پر منڈی نہ ہلائے بلکہ محبت کی مستی میں سر نیاز بے نیاز کے حضور میں نذرانہ لائے۔ شہرت اور سلطنت کے لئے نہیں۔ مال اور دولت کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی محبت اور حق کی سربلندی کے لئے زخم اٹھانا ہر دنیا دار کی قسمت کہاں۔ ایسے لوگ اگر زندہ رہیں تو غازی، مرجائیں تو شہید، فرشتوں کی تحسین و آفرین کو چھوڑو۔ غازی کا غم اللہ کھاتا ہے۔ شہید پر خود قربان ہو ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ غازی کی کیا شان ہے جس کے گھوڑے کے سموں کی قسم حق تعالی کھاتا ہے۔ شہید کا درجہ دیکھو اپنے

خون میں کپڑے ڈبو کر اور خون سے منہ دھو کر دنیا سے جب جاتا ہے تو اس کا یہ رنگ ڈھنگ اللہ کو پسند آتا ہے۔ اسی لئے کہا۔ اسے نہ نہلاؤ نہ دھلاؤ نہ کپڑے پہناؤ بلکہ اسی سرخ جوڑے میں سرخ رو ہمارے حضور میں آنے دو!

کیا وہ ناپاک جو موت سے ڈر کر ہماری طرح کونوں میں چھپے بیٹھے ہیں ان کے برابر ہوسکتے ہیں۔ جو موت کی تلاش میں دشت و جبل کو روندیں اور دریاؤں کو چیریں تاکہ ان کا خدا خوش ہو اور ان کی جان عوام کے کام آئے۔ سب کا آسان ہیں مگر اس کی راہ میں جان دینا مشکل ہے۔ مال کا خیال اس راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ عیش پسندی منزل قربانی کی طرف بڑھنے سے روکتی ہے امیر کے دل میں بھی جذبہ ضرور اٹھتا ہے مگر جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ ان لوگوں کی دولت ضبط کرلیتے تھے جو فضول مال کو جمع کرتے یا نام و نمود پر خرچ کرتے تھے۔ بیت المال کے علاوہ شخصی جائداد رکھنے والی قوم میں غازی اور شہید پیدا نہیں ہوسکتے۔ مال اور مولا کی محبت ایک دل کی بستی میں نہیں رہ سکتی۔ محنت کرکے قوم کے خزانہ کو ہر وقت بھرپور رکھو اور اسے علم و ہنر پر صرف کرو۔ بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ غازی اور نمازی بنیں اور شہادت کی اولیں فرحتیں ڈھونڈیں۔ موجودہ حال قائم نہ رہے کہ قوم میں چند امراء ہوں اور باقی غرباء۔ اور امراء کے اشاروں پر غریب مسلمان غیر مسلم افواج میں بھرتی ہو کر مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کریں۔ قرآن اور حدیث میں مال کی مذمت پڑھ پڑھ کر آدمی چونک جاتا ہے۔ ہر سورت میں اس کی بار بار تاکید سے سمجھ لو کہ شخصی امارت مذموم ہے، البتہ قوم کا خزانہ خالی نہ ہو۔ مبادا غریب مسلمانوں کو شیطان روزی کا لالچ دے کر دین حق سے بغاوت پر آمادہ کردے اور غلط راستوں پر ڈال دے۔

اے عزیز! آخرت میں شہید مسلمانوں کی برات کا دولہا نظر آئے گا۔ یہ وہ بلند درجہ ہے جس کی آرزو نبی آخر الزمان ﷺ نے کی۔ شہید وہ بیج ہے جو مٹی

میں مل کر قوم کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ شہید بظاہر ناکام شخص کا نام ہے لیکن ساری کامیابیوں کا اسی کے سر سہرا ہے۔ وہ خود مر کر قوم کو زندہ کر جاتا ہے۔ یاد رکھو مومن شخصی طور پر ناکام ہوتے ہیں۔ عمر خدمت خلق اور راہ مولا میں کام کرتے گزارتے ہیں مگر قوم کو مضبوط اور مالا مال کرتے ہیں۔ جب قوم میں قوم کی خاطر محنت اور مشقت برداشت کرنے والے کثرت سے پیدا ہو جائیں تو ملت اسلامی اور قوموں پر غالب ہو جاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں زخم کھانے اور شہادت پانے کا ولولہ پیدا کرو۔ یہ انسانی خلوص کی آخری سرحد ہے۔

دنیا کے گلزار اور بھرے میلے کو جیتی جان ہمیشہ کے لئے چھوڑ جانے کا عزم کتنا مشکل ہے مگر مردِ مومن ان مشکلات پر اللہ کے نام کی برکت سے قابو پالیتا ہے۔ میدان جہاد میں جاتے وقت وہ مال و املاک پر آخری نگاہ ڈالتا ہے۔ لخت جگر پاؤں کو لپٹ جاتے ہیں پیاری بیوی پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے۔ آہن سے ہزار درجہ مضبوط ان زنجیروں کو کوئی مرد مومن ہی توڑ کر نکل جائے تو نکل جائے۔ گھر سے جو ہتھیار سج کر نکل جائے۔ وہ فتنوں سے مامون نہیں ہو جاتا بلکہ گھر کی دوری سے ناصبوری اور بڑھتی ہے۔ در و دیوار کا نقشہ میدان میں آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ بچے بلک کر روتے نظر آتے ہیں۔ بیوی ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑی دکھائی دیتی ہے اور زبان بے زبانی سے کہتی ہے کہ "ہم سب کو کس کے سہارے پر چھوڑ چلے" اس لئے جنگ کی آرزوؤں میں جن کی عمریں کٹی تھیں ان کا بھی حوصلہ جواب دے جاتا ہے۔ سر دینے جاتے، سر درد کا بہانہ کر کے گھر لوٹ آتے ہیں۔ ہنسی خوشی جانا اور میدان سے زندہ لوٹ کر نہ آنا ایسی سعادت ہے جو ہر شخص کی قسمت میں نہیں جاتی۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

مگر یہ سعادت کیا بارش کے قطروں کی طرح ہر کس و ناکس کے سر پر بے ساختہ طور پر گر پڑتی ہے؟ نہیں شہادت، نبوت کے بعد نعمت کا اتمام ہے۔ اسی کے سپرد ہوتی ہے جو اپنی سیرت اور کیریکٹر کو سچے موتی کی طرح پاک صاف

اور آبدار بنا کر خدا کی قبول خاطر کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ عمر کو عیاشیوں کی نذر کرنیوالا، خود ہی بات کا بتنگڑ بنا کر ناراض ہوجانے والا، دوسروں کے عیب کو اجاگر کرنے والا، مال کی محبت میں اندھا ہوجانے والا اس بڑے انعام کا مستحق نہیں ہوتا، نہ وہ غازی بنتا ہے نہ شہید ہوتا ہے، غزا اور شہادت ان لوگوں کی قسمت میں ہے۔ جو غصے پر قابو پائیں۔ گناہوں کو معاف فرمائیں سود سے باز آئیں۔ شخصی جائیداد کو قوم پر قربان کرکے سب کے برابر ہوجائیں۔ مخلوق خدا کی خدمت کے بے پناہ جذبے کی نہ صرف دل میں پرورش کریں بلکہ غریب اور بے زبان طبقے پر احسان بے پایاں کرکے اللہ کے نزدیک محسن بن جائیں۔

ذکر حق کو معمولی نہ سمجھو، نیک ارادوں کے ساتھ اللہ کے ذکر اور گناہوں سے توبہ کو شامل رکھو۔ شاید سچے غازی اور شہید کے رتبہ کو پہنچ جاؤ ذکر الٰہی کے بغیر نیک ارادے پر دل دیر تک قائم نہیں رہتا۔ نیکی کا راستہ ذکر و استغفار کے ساتھ وادی گلریز نظر آتا ہے۔ ورنہ نیکی بڑی مشکل منزل ہے۔ اس راستے پر تھوڑی دور چل کر طبعیت اکتا جاتی ہے۔ انسان کہتا ہے زندگی کی مشکلات میں پڑنا میرے لئے ہی کیا ضرور ہے۔ میری طرح اور بھی تو ہیں۔

(برطانوی عہد کے) ہندوستان میں غلامی نے شہادت کی راہیں مشکل اور مسدود کردی ہیں کیونکہ پابند سلاسل کے ہاتھ پاؤں کی زنجیریں کٹیں تو کوئی سر کٹانے کے لئے بڑھے۔ غلامی میں دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے، بزدلی جان کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔ غلام قوم میں غلط غیرت اپنے بھائی کی غلطی پر گلا کاٹنے پر آمادہ کرتی ہے مگر غیر بے عزت بھی کرے تو شکوہ نہیں ہوتا، آجکل برادریوں میں جنگ کا باعث یہی ہے تھانہ کے سپاہی اور تحصیل کے چپراسی سے جوتے اور گالیاں کھا کر بھی شکایت نہیں لیکن کسی عزیز کی ادنی لغزش زبان کی بھی برداشت نہیں۔ خانہ جنگی کو بہادری سمجھا جاتا ہے۔ مگر قوم کے لئے قربانی میں سو رخنے ڈالے اور ہزار عیب نکالے جاتے ہیں۔

عام طور پر جس قوم میں بوالہوسی حُسن پر مچلتی ہے اور جو سرمایۂ عصمت کی جنس کو بے روک ٹوک خریدتی ہے وہ قوم سچے سپاہیوں کی پود پیدا نہیں کرسکتی۔ پس جہادِ زندگی کی اول منزل یہ ہے کہ قوم میں مالی مساوات، آپس میں عفو و در گزر۔ مخلوق خدا کی خدمت کا جوش اور ان پر احسان کا جذبہ، فواحشات سے پرہیز، کثرت ذکرِ حق جس سے قوت عمل پیدا ہو۔ ان اوصاف کی حامل ملت اسلامیہ کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ بن کر نہیں ٹھہر سکے گی۔ غریب افراد بھی محبت سے قوم کا خزانہ بھر دیں گے۔ باعمل قوم کا خزانہ بھرپور ہوگا تو علم و ہنر میں اضافہ ہوگا۔ سائنٹیفک ترقی میں کوئی قوم لگا نہ کھائے گی۔

قوم کو ان راہوں پر لگانے کے لئے اپنی جان کو مصیبت میں ڈالنے والے لوگ جب کبھی قوم کو خطرہ سے نکالنے کے لئے اسلحہ سجا کر نکلتے ہیں تو ان کا سر قبول کرلیا جاتا ہے۔ اِن کی گردن کے سرخ خون سے جنت کے پھولوں کی بہار ہے۔ وہی حوروں کے حُسن کا غازہ ہے ان کے یتیم بچوں کے آنسوؤں کی موتیوں سے بہشت کے وہ محل تیار ہوتے ہیں جن کی خوب صورتی پر نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ ان شہیدوں کی پاک بیبیوں کا اجڑا سہاگ ہی بہشت کی روشوں کو رنگ بہار دیتا ہے۔ غرض خلد کی ساری خیر و خوبی، شہید کے خون کی سُرخی، اس کے یتیموں کے آنسوؤں کی روانی اور اس کی بیوہ کی مانگ کے سیندور کی جھلک ہے۔

راہ حق یعنی دنیا میں عادلانہ اور مساویانہ نظام کے لئے لڑ کر مرنے والے شہیدوں کے پاؤں کی خاک پاک کی قسم یہ نعمت ان ہی کو ملتی ہے جن کے حسنِ عمل اور خدمت خلق سے خدا خوش ہوتا ہے۔ خدا کی خوشنودی سوندھا سوندھا حلوا نہیں بلکہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ یہ تو عمل کی عمدہ تدبیر سے ہی حلق سے نیچے اترتی ہے۔ شہادت کی امنگ ہے تو عمل کو عمدہ اخلاق کی بنیاد پر استوار کرو۔ دنیا میں اخوت اور کامل مساوات کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے نکلو، شاید موت کی تلاش کرتے کرتے شہادت کی زندگی مل جائے۔

(٦) ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصبرین (سورہ آل عمران آیت۱۴۲)

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جا داخل ہوگے (حالانکہ) ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنیوالوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔

مُور کھ مُلا جو صرف نماز اور روزہ کو اسلام کا طول و عرض سمجھتا ہے بے علم صوفی جو ذکر و شغل کو دین کی ساری عمارت قیاس کرتا ہے۔ امیر جو چار غریبوں کا ہاتھ دھلا کر اپنی جود و سخا پر اکڑتا ہے خدا کے منہ کی بات کو سن لیں۔ بہشت کا انعام حاصل کرنے کے لئے از بس آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔ انعام یافتہ وہ نہیں جو اس دنیا میں مسند زریں پر تکیہ لگائیں۔ دولت اور حسن لونڈی غلام کی طرح ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہوں بلکہ وہ ہیں جو ملت کی مصیبت اپنے سر لیتے ہیں اور ان کی خاطر سر دیتے ہیں۔ مصیبت کے پہاڑ جان پر توڑے جاتے ہیں مگر وہ سہہ لیتے ہیں۔ نیکی کا خیال تو میرے جیسے کے تاریک دل کو اپنے نور سے اجالا کرتا ہے۔ مگر جب نیک ارادوں کو شروع کرتا ہے تو راستہ کٹھن نظر آتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا مرتبہ تو مسلم ہے لیکن تنگی اور ترشی میں ساری عمر قوم کے لئے تعمیری کاموں میں لگا کر طعنۂ خلق سن کر ہمت نہ ہارنے والے، بوریوں میں بیٹھ کر قوم کے اخلاق کی تربیت کرنے والے اور جہاد کا سامان فراہم کرنے والے جنگ کی تدبیروں کے لئے عقل کو الجھنوں مین ڈالنے والے جب اپنے پاک ارادوں کی کامیابی میں مشکلیں اٹھاتے نہیں گھبراتے اور ہر تکلیف اور مصیبت کے بعد نئے عزم سے کام شروع کردیتے ہیں۔ وہ صابر کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں کا جسم زخمی نہیں ہوتا بلکہ اپنی قوم کے ہاتھوں دل زخمی ہوتا ہے مگر چرکے دل پر لگتے ہیں۔ اتنا ہی قلب مین اطمینان زیادہ ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں بھی ان کا دل جوان ہوتا ہے۔ چاہتے ہیں کہ فرصت ملے دین اور اہل دنیا کی اور خدمت انجام دے لیں۔ گو باوجود تلاش کے ان کو جہاد کا موقعہ نہیں ملتا لیکن اس کی تیاری میں ہر

وقت لگتے رہتے ہیں۔ پیٹ پر پتھر باندھ کر اور بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر جدید اسلحہ فراوانی سے فراہم کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ قوم کے بچوں کو اسلحہ سازی کی تعلیم دلاتے ہیں۔ ان کی زندگی بظاہر سخت ناکامی کی زندگی ہوتی ہے۔ ان کا دن استروں کی مالا پہنے اور رات کانٹوں کے بستر پر بسر ہوتی ہے۔ مگر حرف شکایت زبان پر نہیں آتا۔ توبہ و استغفار اور حمد و ثنا کے سوا کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکلتا۔

جنت اور جہنم تو اے عزیز انسان اپنے عمل سے ہی بنالیتا ہے اول شہید پھر غازی یعنی مجاہد۔ اس کے بعد صابروں کا درجہ ہے۔ اللہ نقصانِ جان و مال اور اولاد سے انسان کو آزماتا ہے۔ جو ان سارے نقصانات کو خاطر میں نہ لاکر اس کے راستے میں بڑھے چلا جاتا ہے۔ اور دوست دشمن کے لئے ایک عادلانہ حکومت اور مساویانہ نظام بنانے میں مال، وقت اور جان کو کھپاتا ہے۔ وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرکے اطمینان کی جنت میں جا بستا ہے۔

ہماری مطبوعات

جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسن
استعماری نظام اور ملی تقاضے	شیخ الہند مولانا محمود حسن
فکر ولی اللہی کا تاریخی تسلسل	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی حزب انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی اقدام انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی قانون انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
اسلام کے اقتصادی نظام کا تقابلی جائزہ	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
ولی اللہی تحریک (نصب العین، پروگرام، مراکز، جماعت اور مشکلات راہ)	مولانا سید محمد میاں
امام شاہ عبد العزیز (افکار و خدمات)	مولانا سید محمد میاں
شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	محمد مقبول عالم بی اے
دین کے معاشی نظام میں محنت کی قدر و اہمیت	مفتی عبد الخالق آزاد
نظام کیا ہے؟	مفتی عبد الخالق آزاد
تبدیلی نظام کا ولی اللہی نظریہ	مفتی عبد الخالق آزاد
تبدیلی نظام کیوں اور کیسے؟	مفتی عبد الخالق آزاد
حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی کا تصور دین	مفتی سعید الرحمن
ولی اللہی فکر ایک تعارف	چوہدری عبد الرؤف